An International Literary Urdu Magazine Globally Circulated

लंदन से सबसे अधिक प्रकाशित होने वाला उर्दू अदब का मात्र अंतरराष्ट्रीय मैगजीन।

شمارہ:92ماہ اگست 2020ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL
80 STRATHDONE DRIVE LONDON SW17 0PW
(M) 0044-7886-304637, 0044-2089449385
www.qindeel-e-adub.co.uk, ranarazzaq52@gmail.com

# ماہنامہ قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

لندن سے شائع ہونے والا میدانِ ادب کا واحد کثیر الاشاعت بین الاقوامی اردو میگزین

حلقہ اربابِ ذوق جرمنی کی ساتویں سالگرہ رپورٹ صفحہ 4 پر ملاحظہ فرمائیں۔

# Earlsfield Properties

Professional Residential Property Management Services

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

## Get it Right

- ✓ Member National Landlord Association
- ✓ Member Deposit Portection Schemes
- ✓ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✓ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✓ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

**PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)**

175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

# فہرست مضامین


| | | |
|---|---|---|
| حلقہ اربابِ ذوق جرمنی کی ساتویں سالگرہ | رپورٹ: احمد مستجاب عارفی | 4 |
| غزلیات: زاہد بخاری، عامر یوسف، تبسم نواز وڑائچ، حافظ محمد مبرور، بشارت ریحان، عبدالکریم قدسی، عبدالجلیل عباد، ابن کریم، پروفیسر عبدالکریم خالد، طفیل عامر، ڈاکٹر طارق انور باجوہ، عالیہ جبیں عالی، ساجد محمود رانا، اعظم نوید، عاصی صحرائی، ذیشان نورصدیقی، پریم ناتھ بسمل، اعجاز رحمانی، ڈاکٹر منور احمد کنڈے، فوزیہ زاہد مغل، عطاء العزیز، روش صدیقی، عذرا ناز، سیف الدین سیف، عبدالحمید خلیق۔ فرزانہ فرحت لندن، مومن خاں مومن۔ فرزانہ فرحت، ایس ایم تقی حسین۔ شائق نصیر پوری۔ | | 6 تا 14 |
| آن لائن مشاعرہ | رانا عبدالرزاق خان | 15 |
| انٹرویو عبدالکریم قدسی صاحب | ادارہ | 16 |
| قوم کی پاک تعمیر | رجل خوشاب | 19 |
| افسانہ۔ پیڑاں لے لو پیڑاں | مبشرہ ناز | 20 |
| پاکستان اسمبلی کے ممبران کی تنخواہ | ادارہ | 20 |
| ساجد محمود رانا ایک ابھرتا ہوا نوجوان | ادارہ | 21 |
| اصل اسلام کی تلاش | ادارہ | 22 |
| سعودی عرب کا محدود حج کا اعلان | ادارہ | 23 |
| افسانہ۔ نسخہ | مبشرہ ناز | 25 |
| جستہ جستہ | عطاء القادر طاہر | 26 |
| عامر سہیل | | 27 |
| نیت کا اجر | رجل خوشاب | 28 |
| عمران خان سے حکومت نہیں سنبھالی جا رہی | اے آر خان | 29 |
| یہ حال مسلمانوں کا ایسے اعتقاد ہیں انکے | نثار نندوانی | 30 |
| افسانہ۔ نعمت خانہ | مبشرہ ناز | 31 |
| حبیب جالب | عاشور بابا | 32 |
| احساس کمتری شکست کی پہلی سیڑھی | رجل خوشاب | 32 |
| لاک ڈاؤن کے حمایتی یہ تحریر ضرور پڑھیں | ادارہ | 33 |
| تبصرہ کتب: | ادارہ | 34 |
| محمد علی جناح کی زندگی کے آخری 60 دن | بشکریہ بی بی لندن | 35 |
| کہانیوں کی طلسماتی دنیا | محمد عامر خاکوانی | 36 |
| شناختی کارڈ کے مسلمان | محمد فاروق | 37 |
| کشمیر میں خونِ مسلم کی ارزانی | طارق احمد مرزا آسٹریلیا | 38 |
| غزل | عبدالحمید خلیق | 38 |
| منسوب غلط | محمد آصف بھلی | 39 |
| آج کل کی اردو | ادارہ | 40 |
| لوگوں سے بیزار لوگوں کا شاعر | طارق احمد مرزا | 41 |


***

# مجلس ادارت

## بانی اراکین

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

آدم چغتائی مرحوم

## مدیر

رانا عبدالرزاق خان

## اراکین ادارتی بورڈ

ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا، عبدالقدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

## التماس

تمام دوستوں سے التماس ہے کہ اپنی شعری و نثری تخلیقات اور ادبی پروگرامز کی رپورٹیں وغیرہ برائے اشاعت بصورت ''اِن پیج اردو'' فائلز مع تصاویر ای میل سے روانہ فرمائیں۔ ''قندیل ادب انٹرنیشنل'' بیسیوں ممالک میں لاکھوں اردو قارئین کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ میگزین کے مندرجات پر آپ کے کمنٹ یا مختصر تبصرے ہمیں اپنا محاسبہ کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ مضامین کے ساتھ ضروری حوالہ جات آپ کے مضامین کی افادیت کو بڑھاتے ہیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی تمام تصاویر وغیرہ ''کاپی رائٹ فری'' ہونی چاہئیں۔ شکریہ

E-mail: ranarazzaq52@gmail.com

**IMPORTANT ANNOUNCEMENT**

"Qindeel-e-Adab International" magazine is a non-commercial and non-profit e-product, as well as on paper, internationally distributed free of cost for the promotion of bi-lingual poetry, fiction, informative multi purpose interesting articles etc in Urdu alphabet in the UK and Europe under the sole ownership of its Chief Editor Abdul Razzaq Khan of the address as stated elsewhere within this magazine for delivery of documents.

The magazine and the contents herein DO NOT relate to a political, religious or a social group whatsoever. The Editor does not necessarily agree with the opinions expressed by the article writers, poets etc..

Although the e-magazine is FREE OF COST to all, yet for ON PAPER copies of the magazine we do expect a reasonable amount of donation to cover the costs of printing, postage and packing for all countries as stated) Chief Editor.

# حلقہ اربابِ ذوق جرمنی کی ساتویں سالگرہ اور مشاعرہ

رپورٹ:
احمد مستجاب عارفی

مورخہ 28 جون 2020 بروز اتوار جرمنی کے شہر آفن باخ کے ایک ریسٹورنٹ میں سہ پہر تین بجے حلقہء ارباب ذوق جرمنی کی ساتویں سالگرہ کی تقریب منائی گئی ـ تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآنِ پاک سے کیا گیا۔ یہ پروگرام دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا پہلے حصہ کی نظامت کے فرائض سیکرٹری اطلاعات راشد ملک رامش نے ادا کیے جبکہ صدارت معروف شاعر اسحاق ساجد نے کی ان کے ساتھ سٹیج پر نائب صدر حلقہ ارباب ذوق جرمنی رفیق احمد بٹ، سیکرٹری نشر و اشاعت مبشر محیط اور جنرل سیکریٹری احمد مستجاب عارفی بھی رونق افروز ہوئے۔ پچھلے سال کی کارکردگی کے حوالہ سے رفیق احمد بٹ نے مختصر اور جامع رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد حاضرین کی تالیوں اور مبارکباد کی گونج میں تنظیم کی سالگرہ کا کیک کاٹا گیا۔ پنجابی ادبی تنظیم پنجند جرمنی کی جانب سے امجد علی عارفی اور چوہدری کرم الٰہی نے تنظیم کو ایک تحفہ بھی پیش کیا۔ احمد مستجاب عارفی جو کہ حال ہی میں معروف افسانہ نگار ہما فلک سے رشہ ازدواج میں منسلک ہوئے ہیں کو ان کی شادی کی خوشی میں حلقہ ارباب ذوق کی جانب سے ایک تحفہ پیش کیا گیا۔

یوٹیوب کے معروف چینل وائس آف جرمنی کی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے اس چینل کے ڈائریکٹر فضل کھوکھر صاحب کو تنظیم کی جانب سے تعریفی سند پیش کی گئی۔ بعد ازاں تازہ لب ولہجہ کے شاعر مبشر محیط کی ایک غزل حاضرین کے سامنے تنقید اور گفتگو کے لئے پیش کی گئی جس پر حاضرین نے اپنی اپنی قیمتی رائے کا اظہار کیا۔ غزل کے حوالے سے گفتگو کو سمیٹتے ہوئے صدر محفل اسحاق ساجد نے اسے ایک کامیاب اور عمدہ غزل قرار دیا۔ اس کے بعد احمد مستجاب عارفی نے اپنا افسانہ "سرخ کاروالا بیڈ" نہائت سلیقے سے پڑھا جسے بہت سراہا گیا حاضرین نے اس افسانہ پر بہت مفصل مدلل اور بامعنی گفتگو کی حاضرین کی آرا اور صدر محفل نے اسے بھی ایک عمدہ اور کامیاب افسانہ قرار دیا۔ پہلے حصہ کے اختتام پر 15 منٹ کا وقفہ دیا گیا۔ دوسرا حصہ جو کہ مشاعرہ پر مشتمل تھا کی نظامت کے فرائض تنظیم کے جنرل سیکرٹری احمد مستجاب عارفی نے سرانجام دیے۔

مشاعرہ میں تنظیم کے صدر طاہر عدیم نے صدارت جبکہ جرمنی میں مقیم معروف پنجابی شاعر امجد علی عارفی اور انگلستان سے تشریف لائی معروف ادبی شخصیت رانا عبدالرزاق نے بالترتیب مہمانِ خصوصی اور مہمانِ اعزازی کی نشستیں سنبھالیں۔

مشاعرہ کا باقاعدہ آغاز احمد مستجاب عارفی نے صائمہ زیدی اور ایوب کموکہ صاحب کے کلام کو بطور انتخاب سنا کر کیا۔ رفیق احمد بٹ نے بہت دلچسپ اور مزاح سے بھر پور انتخاب پیش کیا۔ اس دوران امسال ہمیشہ کیلیے بچھڑ جانے والی ادبی شخصیات کیلیئے دُعائے مغفرت بھی کی گئی۔ جن شعرائے کرام نے اپنا کلام پیش فرما کر داد و تحسین سمیٹی انکے کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ عبدالحمید رامے۔ رانا ناصر احمد۔ مبشر محیط۔ راشد ملک رامش۔ فرزانہ ناہید وڑائچ۔ چوہدری کرم الٰہی۔ کاشف تنویر۔ اسحاق ساجد۔ رانا عبدالرزاق امجد علی شاکر عارفیآ خر پر صدرِ مشاعرہ طاہر عدیم نے اپنے صدارتی خطاب کے ساتھ ساتھ اپنے بھر پور کلام سے بھی نوازا۔ تمام حاضرین نے انتہائی دلجمعی کے ساتھ تمام معزز شعرائے کرام کو دل کھول کر داد دی۔ اس پروگرام کو سوشل میڈیا کے ذریعے دنیا کے مختلف ممالک میں براہ راست دیکھا گیا اور دنیا بھر میں ادب سے وابستہ لوگ اس سے محظوظ ہوتے رہے۔ مشاعرے کے اختتام پر مہمانوں کی تواضع لذیذ عشائیہ چائے اور کیک سے کی گئی۔ تمام حاضرین نے تنظیم کے نظم و نسق، ادب سے لگاؤ اور علمی کاوشوں کو سراہتے ہوئے مذید کامیابیوں کیلیے دعاؤں سے نوازا۔ حلقہ ارباب ذوق جرمنی ایک بار پھر اپنے ان تمام کرم فرماؤں کا دل کی گہرائیوں سے شکر گذار ہے جن کی حوصلہ افزائی سے علم و ادب کا یہ قافلہ علم و ادب کی ترویج و ترقی کی راہوں پر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

***

## مومن خاں مومنؔ

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو لطف مجھ پہ تھے بیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ نئے گلے وہ شکایتیں وہ مزے مزے کی حکایتیں
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کبھی بیٹھے سب میں جو روبرو تو اشارتوں ہی سے گفتگو
وہ بیان شوق کا برملا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
ہوئے اتفاق سے گر بہم تو وفا جتانے کو دم بہ دم
گلہ؟ ملامت اقربا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمہارے جی کو بری لگی
تو بیاں سے پہلے ہی بھولنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
سنو ذکر ہے کئی سال کا کہ کیا اک آپ نے وعدہ تھا
سو نباہنے کا تو ذکر کیا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کہا میں نے بات وہ کوٹھے کی مرے دل سے صاف اتر گئی
تو کہا کہ جانے مری بلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ بگڑنا وصل کی رات کا وہ نہ ماننا کسی بات کا
وہ نہیں نہیں کی ہر آن ادا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جسے آپ گنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے با وفا
میں وہی ہوں مومنؔ مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

## ڈاکٹر عامر خان

ہوا کا رُخ بدلنے تک بڑی خاموش رہتی ہے
کسی مقصد کے باعث لومڑی خاموش رہتی ہے
بکھرتی ہے تو سب موتی بڑا اودھم مچاتے ہیں
گلے میں ہو پڑی تو پھر لڑی خاموش رہتی ہے
دیا دل کا جلاتا ہوں تو قسمت جاگ جاتی ہے
وگرنہ تیرگی میں ہی پڑی خاموش رہتی ہے
میں جب دنیا کی حالت کو تصور میں کبھی دیکھوں
نگہ میری خلاؤں میں گڑھی خاموش رہتی ہے
اندھیرے میں چراغوں کو جلا لیتا ہوں میں عامرؔ
اُجالے میں تو اشکوں کی جھڑی خاموش رہتی ہے

# غزلیات

## زاہد بُخاری

ہے کاروانِ شوق بہاروں کے سامنے
اُترا ہے قافلہ یہ نظاروں کے سامنے

یا رب مرے چمن کی، فضائے چمن کی خیر
مہکے ہُوئے ہیں پھُول شراروں کے سامنے

آیا وہ خُوش جمال سرِ بزم اِس طرح
نکلا ہو جیسے چاند ستاروں کے سامنے

ہم ہیں کہ چاہتے ہیں نہ دیکھے کوئی تُمھیں
تُم ہو کہ پھر رہے ہو ہزاروں کے سامنے

گاڑی ہمارے پیار کی ہر وقت ہے رواں
رُکتی نہیں یہ سُرخ اِشاروں کے سامنے

یُوں تو پڑھا لِکھا ہے مگر پیٹ کے لِیے
وہ پھُول بیچتا ہے مزاروں کے سامنے

کیا خُوب فتح پائی شہادت کی موت نے
خنجر نگوں ہے خُون کی دھاروں کے سامنے

جی بھر کے رو لو گوشۂِ خلوت میں بیٹھ کر
پھر مُسکراتے رہنا ہے یاروں کے سامنے

ہو جائے اِس طرف بھی کبھی نظرِ اِلتفات
ہم بھی کھڑے ہیں راہ گُزاروں کے سامنے

جانِ وفا چھِڑکتے ہو زخموں پہ کیوں نمک
کیوں غمزدہ ہو درد کے ماروں کے سامنے

دوڑا کے ہم نے اسپِ سخن پائی خُوب داد
میدانِ فن کے شاہ سواروں کے سامنے

زاہد پسِ حیات ہو بے سُدھ پڑے ہُوئے
کیوں چُپ ہو آج اپنے ہی پیاروں کے سامنے

## عامر یوسف لاہور

تمہاری چاہ میں دیکھو یہ کیا کیا یارو
لو ہم نے سر کو سرِ دار رکھ دیا یارو

بہت تھکن کا اثر ہے سرِ صلیبِ غم
مسافتوں کے سوا کچھ نہیں ملا یارو

ہمی تھے وصلِ حقیقت چراغِ آخرِ شب
سمجھ کے جگنو سرِ شام کھو دیا یارو

جا دیا سرِ مقتل چراغ تھا اک شخص
گنوا دیا ہے جسے تم نے بے وفا یارو

اتر گیا ہے جو مہتاب دل کے دریا میں
اسی کو پھر سرِ منزل پہ کھو دیا یارو

یہی تو نقشِ کفِ پا رہیں گے اپنے ساتھ
جنوں کا قافلہ دل سے گزر گیا یارو

وہ اک خوں جو ہو گیا ہے بہ نام کوچہِ دل
لہو بہ آستیں خنجر کا فیصلہ یارو

## تبسم نواز وڑائچ

روح کے صحن میں تو ڈال دھمالیں لیکن
لبِ اظہار پہ ڈالے ہوئے تالا رکھنا

رفتہ رفتہ یہ جکڑ لیتی ہے انساں کو عزیز
نفس پر اپنے کبھی شہوت کا نہ جالا رکھنا

زندگی کھیل تماشے کا فقط نام نہیں
آگ بن جائے، نہ منہ میں وہ نوالہ رکھنا

بیچنا اپنی خودی کو نہ کسی قیمت پر
حرص کے سکوں سے خالی یہ پیالہ رکھنا

اچھا لگتا ھے حریت کا چلن یہ صاحب
شہر والوں سے ترا خود کو نرالا رکھنا

## حافظ محمد مبرور

ہم جو یوں مسکرائے پھرتے ہیں
کتنے ہی غم چھپائے پھرتے ہیں

غیر تو غیر ان سے کیا شکوہ
اپنوں میں بھی تو پرائے پھرتے ہیں

گرچہ بارِ گراں ہے شانوں پر
اوروں کے بوجھ اٹھائے پھرتے ہیں

غم رسیدہ کے درد بانٹے ہیں
لیک خود زخم کھائے پھرتے ہیں

پاس کرتے نہیں وہ باتوں کا
ہم تو وعدے نبھائے پھرتے ہیں

ان مصائب کی آندھیوں میں بھی
شمعِ آشا جلائے پھرتے ہیں

بات دل کی تو دل میں رکھنی تھی
کیوں کسی کو سنائے پھرتے ہیں

درد حد سے گزر گیا حافظ
کیوں یہ مرہم لگائے پھرتے ہیں

## بشارت ریحان

چا ہو تو میرا دکھ میرا آزار نہ سمجھو
لیکن مجھے خوابوں کا گنہگار نہ سمجھو

آساں نہیں انصاف کی زنجیر ہلانا
دنیا کو جہانگیر کا دربار نہ سمجھو
آنگن کے سکوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی
کہتے ہیں جسے گھر اسے بازار نہ سمجھو
اُجڑے ہوئے طاقوں کی جمی گرد کی تہہ میں
ماضی کے دبے راز میں اَسرار نہ سمجھو
ریحانؔ وہ ریاکار ہے' ہر بات میں اُس کی
نفرت کا ہے اظہار اُسے پیار نہ سمجھو
چھٹ جائیں یہ بادل تو کہیں دن کی خبر ہو
سمجھا ہوں جسے رات وہ ممکن ہے سحر ہو
اک شخص ترے ہجر میں سو بار مرا ہے
ممکن ہے کہ اس بات کی تجھ کو نہ خبر ہو
سورج کی شعاعوں میں بھی آجاتی ہے ٹھنڈک
جب سایہ فِگن جسم پہ زلفوں کا شجر ہو
خود اپنے ہی ماحول سے کٹ جاتا ہے انساں
جب ذات کے گنبد میں نہ رکھا کوئی در ہو
شامل ہے ہر اک لفظ میں جب خون جگر کا
ریحانؔ کے اشعار میں پھر کیوں نہ اثر ہو

## شریکِ غم
## عبدالکریم قدسی

اب جگر گوشۂ شہبازؔ نہیں آئے گا
لوٹ کر باپ کا دمساز نہیں آئے گا
ماں سے ملنے کبھی شیرازؔ نہیں آئے گا
پھول چُن چُن کے مَسلتا ہی چلا جاتا ہے
یہ جو ہے دستِ قضا باز نہیں آئے گا
آئیں گے لوگ بہت پرسۂ غم دینے کو
دادا دادی کا وہ ہمراز نہیں آئے گا
لاکھ کوشش بھی کرے پھول، مگر اس کو کبھی
مسکرانے کا ترا انداز نہیں آئے گا
آئیں گے موسمِ گل اور بہاریں تاہم
رونقِ گلشنِ شہناز نہیں آئے گا
ساری دنیا سے عزیز آئیں گے ملنے لیکن
اب جگر گوشۂ شہبازؔ نہیں آئے گا
خُوب رُو ہوں گے بہت چاند سے چہرے قدسیؔ
ایسا قد آور و ممتاز نہیں آئے گا

## ''رانگ نمبر ہے''
## عبدالصمد قریشی

جو لہجے میں بناوٹ ہو تو سمجھو، رانگ نمبر ہے
نہ اُترے بات جو دل میں تو سوچو، رانگ نمبر ہے
ہو باطن کھوکھلا جس کا مگر ظاہر میں وہ مُورت
سجی ہو لاکھ رنگوں سے نہ دیکھو، رانگ نمبر ہے
ہزاروں ہیں جو تجھ سے ربط رکھنے کو مچلتے ہیں
نہ پاؤ ان میں خود جیسا تو کہہ دو، رانگ نمبر ہے
عجب دنیا ہے یہ اپنی نرالے رنگ ہیں اس کے
جو ان میں کھو کے رہ جاؤ تو جانو، رانگ نمبر ہے
نہ مل پائے کسی میں بھی میرے اخلاص سی خوشبو
تو لازم ہے کہ سوچو اور مانو، رانگ نمبر ہے

## عبدالجلیل عبادؔ

میری پروازِ تخیل کا سِرا ڈھونڈتے ہیں
چاہنے والے مرے مُجھ میں یہ کیا ڈھونڈتے ہیں
کُوزہ گر سے کوئی پوچھے تو یہ معلوم بھی ہو
مجھ میں کیا آکے یہ مٹّی کی جِلا ڈھونڈتے ہیں
ایک ہم ہیں کہ جو دِن رات رَگوں میں اپنی
دوڑتے خون میں اور خود کا پتہ ڈھونڈتے ہیں
بچھڑنے والوں کو معلوم نہیں ہے شاید
چاہنے والے اُنہیں بن کے وفا ڈھونڈتے ہیں
خُشک پتے جو خزاں کے ہیں بکھیرے ہر سُو
موسمِ گل وہ ترے گھر کا پتہ ڈھونڈتے ہیں
اور کچھ ایسے بھی ہیں دنیا میں پاگل بستے
جا کے بُت خانوں میں جو زندہ خُدا ڈھونڈتے ہیں
سوچنے والے تو صدیوں سے دیارِ شب ہیں
ہاتھ میں لے کے دیا رب کی رضا ڈھونڈتے ہیں

## ابن کریم

مجھ کو وہ صبر و تحمل کا سبق دیتا رہا
ہوش اُڑ جاتے ہیں لیکن اس کی قامت دیکھ کر
دلکشی وہ اُس کی آنکھوں میں لبوں میں چاشنی
جائے تو جائے کہاں دل یہ قیامت دیکھ کر
رات بھر میں میکدے میں خم لُنڈھاتا ہی رہا
ہو گیا ساقی بھی حیراں میری حالت دیکھ کر
خون سے کھینچی لکیریں ہیں میری غزلیں نہیں
تم بھی تخمینہ لگانا قدر و قیمت دیکھ کر
اس نے بھی اک دن دبے پاؤں مجھے آکر کہا
میں بھی بے بس ہو گیا ہوں تیری چاہت دیکھ کر

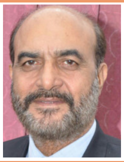

## پروفیسر عبدالکریم خالد
چند اشعار (والد مرحوم کے لیے)

ایک مدّت بعد آئی یاد کی خوشبو تری
درد سے لبریز دل میں غم بھری خوشبو تری
تو سدا پہلو بہ پہلو ہم سفر میرا رہا
جس طرف کو رُخ کیا میں نے گئی خوشبو تری
چند لفظوں میں سرِمحفل مکمل بات کی
مختصر سی بات ہی پہچاں تری خوشبو تری
شخصیت معصوم تر تھی اے مرے سائیں تری
گرم نظروں میں مہکتی ذات تھی خوشبو تری

تھی روایت آبّ و جد کی سینۂ دل میں ترے
وہ روایت تھی مرے اجداد سی خوشبو تری
اے مرے چھتنار سایہ دار شجر مہرباں
میرے دل میں ہے تری چھاؤں گھنی خوشبو تری

## نا معلوم

جب کانچ... اُٹھانے پڑ جائیں تُم ہاتھ ہمارا لے جانا
جب سمجھو کہ کوئی ساتھ نہیں تم ساتھ ہمارا لے جانا
جب دیکھو کہ تُم تنہا ہو اور رستے ہیں دُشوار بہت
تب ہم کو اپنا کہہ دینا بے باک سہارا لے جانا
جو بازی بھی تُم جیتو گے جو منزل بھی تُم پاؤ گے
ہم پاس تُمہارے ہوں نہ ہوں احساس ہمارا لے جانا

☆

اگر یاد ہماری آ جائے... تُم پاس ہمارے آ جانا
بس اک مُسکان ہمیں دینا پھر جان بھی چاہے لے جانا

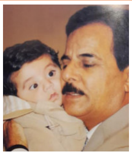

## طفیل عامر لندن

تینوں اکّو ڈیک چ پی جاواں
میں ساری حیاتی جی جاواں
دس اوتھے میرا کیہڑا اے
دس اوتھے ہن میں کیہ جاواں
جی کر دے ایس جہانوں میں
ہُن بُرے دا مار کے بیج جاواں
فر ہسدا ویکھاں روندیاں نوں
جے دلاں دے پھٹ ایہ سی جاواں
تیری دید دی آس جے ہووے تے
میں ڈگ دا ٹھیندا وی جاواں
ایہ سوہریاں ہتھوں مر گئی جے
میں گلیاں کوک دا دھی جاواں!
عامر جے ویلا ٹپ دا اے
میں کوڑی کسیلی پی جاواں

چونڈہ۔پنجابی ادبی تنظیم دل دریا پاکستان

## ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔لندن

جب کہیں بندگی نہیں ہوتی
زندگی زندگی نہیں ہوتی
لوٹ آتے اگر خُدا کی طرف
اتنی افسردگی نہیں ہوتی
کیا کسی کو حساب دینا ہے؟
زندگی دل لگی نہیں ہوتی
آسماں سے پیام آیا ہے
روشنی تیرگی نہیں ہوتی
صاف جب وہ کرے تو اس دل میں
کوئی بھی گندگی نہیں ہوتی
مار ڈالا تری اداؤں نے
ورنہ شرمندگی نہیں ہوتی
حُسنِ یوسف خرید لیتا اگر
اتنی کم مائیگی نہیں ہوتی
کیا حقیقت ہے کیا فریبِ نظر
سادگی سادگی نہیں ہوتی
ابر برسا ہے پھر بھی صحرا میں
کوئی روئیدگی نہیں ہوتی
چھوڑتے حرص کو، تو دنیا میں
اتنی درماندگی نہیں ہوتی
گر نہ آتا وہ میری محفل میں
اتنی تابندگی نہیں ہوتی
میری خواہش دِکھائے وہ چہرہ
اس سے بے پردگی نہیں ہوتی
گر محبّت نہ کھینچ لاتی یہاں
اُس کی ہمسائیگی نہیں ہوتی

## عالیہ جبیں عالی

محبتوں کے اَمین کہاں جا رہے ہیں
میرے دِل کے مَکیں کہاں جا رہے ہیں
کوئی دنیا سے ہوا رُخصت تو کوئی گھر چھوڑ گیا
اکیلا چھوڑ کر مجھ کو سب کہاں جا رہے ہیں
گر ہوئی ہے خطا ہم سے تو گِلہ کیوں نہیں کرتے
یُوں ہو کے خفا ہم سے وہ کہاں جا رہے ہیں
میرے دِل کی نگری تھی آباد جِنکے دَم سے
وہ دِل کو کر کے ویران کہاں جا رہے ہیں
وہ جو بہاروں کا پیغام تھے لایا کرتے
وہ بہاروں کو کر کے خزاں کہاں جا رہے ہیں
اَب تو عرصہ ہوا اُنکو دیکھے اُنکی آواز سُنے
وہ یوں ترستا چھوڑ کر ہم کو کہاں جا رہے ہیں
گھر بھر میں تھی رونقیں جِنکے دَم سے
وہ چھین کر گھر کی رونقیں کہاں جا رہے ہیں
دِکھا کر ہزار سپنے وہ کیوں توڑ گئے
کر کے سپنوں کو ریزہ ریزہ وہ کہاں جا رہے ہیں
یہ ہوائیں پیغام اُنکا کیوں نہیں لاتیں
وہ ہواؤں کا رُخ بدل کر کہاں جا رہے ہیں
جِسکے جانے سے آنکھیں ہیں نَم ابھی تک عاؔلی
سب کو روتا چھوڑ کر وہ کہاں جا رہے ہیں

## ساجد محمود رانا

مُلاں نے کی ہے کیسی کرامت گلی گلی
ہوتی ہے اب نبی ﷺ کی حفاظت گلی گلی
کیسے سجے ہوئے ہیں یہ فتوے دکان میں
ہونے لگی ہے دین کی تجارت گلی گلی

بغض و عناد جھوٹ زنا دھوکہ اور فریب
اور اسکے ساتھ ساتھ ہے رشوت گلی گلی
بکھرے ہوئے ہیں لاشے بھی حدِ نظر تلک
ہوتی ہے ویسے رب کی عبادت گلی گلی
مسجد الگ الگ ہے جنازہ الگ الگ
اپنا خدا ہے اپنی شریعت گلی گلی
مفتی ہیں چار سو کہیں اور غم ہیں بے پناہ
کیسی چمک رہی ہے مہارت گلی گلی
جتنے عظیم تر ہیں یہ اتنے خبیث ہیں
دائم ہے ان کے دم سے یہ لعنت گلی گلی
اس واسطے وطن کا ہے سکھ چین لٹ گیا
بکھری ہے مولوی کی شرافت گلی گلی
معصومیت کہوں یا جہالت کہوں اِسے
آئی ہوئی ہے سب کی جو شامت گلی گلی
کردار کچھ نہیں مرا اوقات کچھ نہیں
کرنی ہے پھر بھی مجھ کو امامت گلی گلی
عادت سی ہوگئی ہے لہو دیکھنے کی اب
اب رسم بنگئی ہے یہ دہشت گلی گلی
لکھنے کو اور سنانے کو اب کچھ نہیں رہا
ساجد کچھ ایسے پھیلی جہالت گلی گلی

## اعظم نوید

اک ہجر میں کمال تجھے دیکھ کر ہوا
پھر عید کا ہلال تجھے دیکھ کر ہوا
آنکھوں کے آئینوں میں تھا اک چاند جلوہ گر
سارا بدن دھمال تجھے دیکھ کر ہوا
سارے بدن پہ چھا گئی سرخوشی کی لے
دل سے حسیں سوال تجھے دیکھ کر ہوا
بیتے دنوں کی یاد کا سُورج تھا نیزے پر
خوابوں میں پھر وصال تجھے دیکھ کر ہوا
دل میں بسے ہوئے تھے جدائی کے حادثے
آنکھوں کو اک ملال تجھے دیکھ کر ہوا
چھائی ہوئی تھی دل پہ اماوس کی رات ہی
اک رفعتِ خیال تجھے دیکھ کر ہوا
دنیا کی ساری رونقیں بیرنگ و نُور تھیں
ہر سمت اک جمال تجھے دیکھ کر ہوا
سارے جہاں میں چھائی ہے مُوذی وبا عجب
ہر شخص ہی نڈھال تجھے دیکھ کر ہوا
حبشی غلام کو بھی کوئی جانتا نہ تھا
ہفت آسماں بلال تجھے دیکھ کر ہوا
دیکھا تجھے تو ورطۂ حیرت میں پڑ گئے
اک یارِ خوش خصال تجھے دیکھ کر ہوا
بےرنگ ونُور دہر کی اعظم تھی راگنی
اک حُسن لازوال تجھے دیکھ کر ہوا

## سلامت رکھنا
## عاصی صحرائی

میرے اللہ میرے محبوب کو سلامت رکھنا
نہ آئے اس پر کوئی ملال سلامت رکھنا
دشمن کو کردے یک لخت بے مراد
میرے ہر دوست کو ہر حال سلامت رکھنا
اس کی ہر مشکل کو کردے آسان
کوئی عدو نہ چلے کوئی چال سلامت رکھنا
فرعون ہو شداد ہو یا ہو کوئی یزید
پھلنے پھولنے نہ پائے بہرحال سلامت رکھنا
میں اس کی زندگی کا ہوں ہر لمحہ طلبگار
اس کا کوئی بھی مرحلہ نہ ہو محال سلامت رکھنا

## ذیشان نور صدیقی

ہم پیار کر رہے ہیں، اگر تو خفا نہ ہو
دل میں اتر رہے ہیں، اگر تو خفانہ ہو
ہونٹوں کی کپکپی سے چھلکتی رہے حیاء
سانسوں کو سن رہے ہیں اگر تو خفا نہ ہو
بانہوں میں تیری آ کے ہمیں ہو رہا نشہ
دھک دھک کو گن رہے ہیں اگر تو خفا نہ ہو
بل تیوری میں، ترشی تکلم میں جانِ من
دل کو کھٹک رہے ہیں اگر تو خفا نہ ہو
سرشار ہو چکو تو ہمیں چھوڑ جاؤ ذیشؔ
ہم دل سے کہہ رہے ہیں، اگر تو خفا نہ ہو

## پریم ناتھ بسمل

خواب میں اب پری نہیں آتی
میرے گھر کیوں خوشی نہیں آتی
چاند اپنا ہے، آفتاب اپنا
پھر بھی کیوں روشنی نہیں آتی
میں گزرتا ہوں تیری گلیوں سے
پر نظر تو کبھی نہیں آتی
کیوں تڑپتا ہے دل محبت میں
دردِ دل میں کمی نہیں آتی
تیری تصویر تھی کبھی دل میں
اب تری یاد بھی نہیں آتی
چوم لیتا ہوں ہاتھ قاتل کے
کیا کروں دُشمنی نہیں آتی
جو دیا رب نے ہے وہی کافی
مجھ کو یوں رہزنی نہیں آتی

کیسے کاٹوں پہاڑ سے دن ہیں
مجھ کو تیشہ زنی نہیں آتی
تیری خوشیاں تجھے مبارک ہوں !
میں ہوں بسمل ہنسی نہیں آتی

## ایس۔ایم۔تقی حسین

بچھڑ گیا ہوں کسی یار بےوفا کی طرح
میں کھو گیا ہوں فضا میں کسی صدا کی طرح
جمال تیرگیء شب بیان کر جو سکے
وہ زلف چھائی ہو، ہو کسی گھٹا کی طرح
کمال ذوق تشنگی سے ہے فرار کہاں
یہ زندگی تو مسلط ہے اک سزا کی طرح
میں سنگ وخشت کے آصنام کچھ تراش سکوں
تو ان کو شکل دوں بس اپنے اک خدا کی طرح
وہ زیر لب جو ہنسے ہیں تو کوئی بات نہیں
متاع زیست سمیٹوں گا میں گدا کی طرح
غم جہاں کی اذّیت کا کوئی ملال نہیں
گذر گیا ہوں جہاں سے تو میں ہوا کی طرح
یہ شہر درد ہے، دل کے چراغ جلتے ہیں
ہے جشن تیرگیء شب بھی تجگہ کی طرح
میں اپنے فکر وعمل کا بھی خود ہی خالق ہوں
مرا وجود، مری ذات، دیوتا کی طرح
نہیں ہے کوشش تردید جرم عشق تقی
میں بھول جاؤں بھلا ان کو حادثہ کی طرح

## بشارت احمد بشارت

جو حسنِ جہاں عشق کا مہمان رہا ہے
عشاق کے ہر روم پہ احسان رہا ہے
وہ جیت گیا ہار کے بھی پیار کی بازی
پانے کو جسے وصل کا ارمان رہا ہے
اس شان سے آئے ہو میرے پیار نگر میں
دل ہاتھوں سے جاتا ہوا نادان رہا ہے
آنکھوں میں بسالوں کہ اسے دل میں بٹھا لوں
ہستی کا مری ایسے بھی کچھ شان رہا ہے
گھونگھٹ کے ستاروں میں گھرا چاند سا چہرہ
آنکھوں کا جہاں جس پہ قربان رہا ہے
جینے کا مزا خاک اگر عشق اُدھورا
ہم جیسا دیوانہ بھی یہ اب جان رہا ہے
اب ہوگئے جیون کے شب و روز بشارتؔ
کچھ ایسے مرے یار کا احسان رہا ہے

## عاصی صحرائی

بچھڑ گیا ہوں ایک مہاجر کی طرح
نکھر گیا ہو ایک موسم دوپہر کی طرح
میں تھا صدیوں سے محرومِ زندگی
اب اہم ہو گیا ہوں ایک صفر کی طرح
میرا ظرف ہے مانندِ شط العرب
میں فراخ دل ہوں ایک سمندر کی طرح
یہ عطا ہے اللہ کے فضل سے مرے مسیحا کی
ورنہ میں تو ہوں ایک ذرّہ صحرا کی طرح
اگر فضلِ خدا نہ ہوتا شامل حال
عاصیؔ تو پڑا ہوتا کہیں ایک ریگِ صحرا کی طرح

## اعجاز رحمانی

گلشن گلشن بھڑکایا ہے شبنم نے انگاروں کو
پھول نے پتھر کاٹ دیا ہے،ریشم نے تلواروں کو
چڑھتا چاند اُبھرتا سورج اُن کو نظر کیا آئے گا
جن کی آنکھیں دیکھ نہ پائیں عظمت کے میناروں کو
زد میں ہوائے دشتِ جنوں کی شہرِ خرد کا موسم ہے
سنگ اُٹھائے دیکھ رہا ہوں آئینہ برداروں کو
کل بارش دریا کو چڑھا کر بستی تک لے آئی تھی
ہلکا سا سیلاب کا ریلا توڑ گیا دیواروں کو
چاند کی دھرتی بنجر دھرتی اپنی سوہنی دھرتی ہے
اس دھرتی نے رنگ دیئے ہیں سورج کو سیاروں کو
انساں کو کب راس آتی ہے ایک ذرا سی لغزش بھی
ہم نے سروں سے گرتے دیکھا عظمت کی دستاروں کو
اب کوئی طوفان ہمارا رستہ روک نہ پائے گا
ہم نے سفینے پھونک دیئے ہیں توڑ دیا پتواروں کو
لاکھ گراں گوشی کا ہے موسم اپنے کان کُھلے رکھنا
کون سُنے گا ٹُوٹنے والے شیشوں کی جھنکاروں کو
لاکھ گراں گوشی کا ہے موسم اپنے کان کُھلے رکھنا
کون سُنے گا ٹُوٹنے والے شیشوں کی جھنکاروں کو
فن کے تقاضے پورے کرنا سب کے بس کی بات کہاں
شہرِ ہنر میں بکتے دیکھا بڑے بڑے فن کاروں کو
لاکھ کوئی کم زور ہو لیکن مت سمجھو کم زور جاں
راہ گزر کی ریت بھی اکثر پی جاتی ہے دھاروں کو

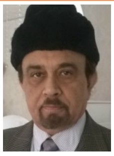

## توشیحی نظم

ڈاکٹر منور احمد کنڈے

برائے سہیل احمد لون

س۔ہ۔ی۔ل۔۔ا۔ح۔م۔د۔۔ل۔و۔ن۔
(س) سادہ گوئی میں ہے نامِ خوش گماں احمد سہیل
بارشِ گل ہو اگر ہوں گلفشاں احمد سہیل
(ہ) ہجرتیں ہیں راس آئیں ہر طرح خوشحال ہیں
مطمئن ہیں زیست سے خوشیوں سے مالا مال ہیں
(ی) یار ہیں یاروں کے یہ ہمدرد و ہمدم غمگسار

ہیں رفیقِ دین ایسے جان بھی کر دیں نثار
(ل) لون کہتے ہیں جسے بیشک ہیں اعلیٰ شخصیت
ان کی دنیائے ادب میں ہے بہت ہی اہمیت
(ا) ایک اچھے ہیں سخنور وہ بڑے فنکار ہیں
بہرہ مندِ علم وفن ہیں اور بڑے خوددار ہیں
(ح) حمد نعت ومنقبت اور نظم سے بھی کام ہے
پر غزل گوئی میں یکتا ہیں وہ ان کا نام ہے
(م) مجموعہ ان کا ہے:
خواب آنکھوں میں جوں ٹوٹے ہوئے
یوں ہوا مقبول کہ ہیں جا بجا چرچے ہوئے
(د) دل دھڑکنے کی ادا اشعار کو سکھلائیں آپ
زندگی کے حسن سے ہر شعر کو چمکائیں آپ
(ل) لعل وگوہر ٹانکتے ہیں اپنے وہ اشعار میں
معرفت ہے زندگی کی آپ کے افکار میں
(و) وارثِ علم و ادب ہیں صاحبِ کردار ہیں
اور محمد مصطفیٰ (ﷺ) دل میں بسی سرکار ہیں
(ن) نازشِ شعروسخن ہیں وہ منوّر وقت کے
وہ صحافی بھی نمایاں اور دھنی ہیں بخت کے

## کارڈف ویلز کی معروف شاعرہ شمع سلیم چودھری کی نذر (توشیحی نظم)

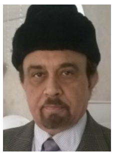

ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے
ٹیلفورڈ، انگلینڈ

ش۔شمع احساس کی جس نے جلائی وہ شمع تم ہو
ادب کی انجمن جس نے سجائی وہ شمع تم ہو
م۔محبت کے چراغوں کو جلایا ہے لہو دے کر
گلستانِ سخن کو لہلہایا ہے لہو دے کر
ع۔عبادت شعرگوئی کو سمجھ کر شعر کہتی ہو
تخیل کی حسیں لہروں میں ہر دم بہتی رہتی ہو
س۔سراپا روشنی ہو اور نکہت کا خزینہ ہو
حقائق کے سمندر میں تخیل کا سفینہ ہو
ل۔لبِ خاموش سے نغمہ سرائی کرتی رہتی ہو
سخن کی موج میں اک ناؤ بن کر بہتی رہتی ہو
ی۔یہی فیضانِ قدرت ہے، یہی قانونِ قدرت ہے
تعلق پھول سے تتلی کا ہے یہ اک حقیقت ہے
م۔"ملائم شام" کے سائے میں جب احساس پلتا ہے
شبِ احساس کے سینے میں اک جگنو چمکتا ہے
چ۔چمکتی بجلیوں میں آشیاں تعمیر ہوتا ہے
عزائم کا کرشمہ جب کبھی تصویر ہوتا ہے
و۔وطن سے دور رہ کر بھی وطن کو یاد کرتی ہو
پرائے دیس میں اپنائیت کے رنگ بھرتی ہو
د۔دعا اور درد کے مابین یہ رشتہ پرانا ہے
زباں پر جو ترانہ ہے محبت کا ترانہ ہے
ھ۔"ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے"
"بہت نکلے ہیں ارماں دل کے لیکن پھر بھی کم نکلے"
ر۔رہو شادابیوں کے گلستاں میں صورتِ غنچہ
ہمیشہ خوشبوؤں سے ہو تمہارے درد کا رشتہ
ی۔یونہی تخلیق کا یہ کارواں چلتا رہے پل پل
دعا ہے یہ منوّر کی دیا جلتا رہے پل پل
نوٹ: ("ھ" والا شعر غالبؔ سے مستعار ہے)

## فوزیہ زاہد مغل
توشیحی نظم۔منوّر احمد کنڈے

ف۔و۔ز۔ی۔ہ۔ز۔ا۔ہ۔د۔۔غ۔ل۔

ف۔فوزیہ زاہد مغل کے فن کی کچھ باتیں کریں
حرف ومعنی سے منور خواب کی راتیں کریں
و۔وہ سراپا ناز وہ احساس کی گلکاریاں
ہر قدم پر مہک اٹھی ہیں سخن کی کیاریاں
ز۔زر پرستی کے عوض ہے فن پسندی کا سُرور
حرف کی صورت ہوا ہے، دل کے جذبوں کا ظہور
ی۔یہ تکلم یہ تبسم یہ تخاطب یہ جمال
ہے سراسر دستِ قدرت کے ہنر کا یہ کمال
ہ۔ہار کا اور جیت کا کوئی نہیں ہے سلسلہ
کامیابی کی زمیں پر چل رہا ہے قافلہ
ز۔زاویہ نقد و نظر کا وسعتوں میں کھو گیا
کل جو ذرہ تھا وہ اب سورج کا ہمسر ہو گیا
ا۔اِس کرن سے اُس کرن تک ہے اجالوں کا جہاں
ہو رہے ہیں دیکھ کر اہلِ بصیرت شادماں
ہ۔ہمسفر جگنو ہوئے ہیں مہرباں ہے کہکشاں
کیا "بھرم" رکھا سخن کا، لکھی ایسی داستاں
د۔داد کا اپنا جہاں ہے فن کا ہے اپنا جہاں
ہے پذیرائی کا چاروں سمت میں روشن سماں
م۔منفعت دنیا کی چھوڑی فن کی دولت مل گئی
ذہن کو بالیدگی فکروں کو وسعت مل گئی
غ۔غم زدہ احساس کو خوشیوں میں ڈھالا آپ نے
کر دیا ہے شاعری کا بول بالا آپ نے
ل۔لے منوّر اپنے گیتوں کی ذرا اُونچی کرو
فوزیہ زاہد مغل کے فن کی یوں بھی داد دو

## عاصی صحرائی

یہ چاند اب بہت چڑھ چکا ہے
اس کا نور اب حد سے بڑھ چکا ہے
یہ شجر با ثمر اب بہت پھیل گیا ہے
یہ ان گنت پھل سے لد چکا ہے
عُدو ہے اس کے کاٹنے کے درپے
مگر اب یہ ایک تناور برگد بن چکا ہے
اقوام عالم کو ہے اب یہ محبوب
دشمن بدحواس، اس کی عظمت سے سڑ چکا ہے
اس کا مالک ہے مرا رحمان و رحیم

تبھی تو یہ گھڑی بنا پکڑ چکا ہے
گھیرا تھا اسے بہت سے طوفانوں نے
اب تو ابلیس بھی اس کے سامنے ہر چکا ہے
عاصیؔ بنے گا ایک دن یہ سب کی منزل
دہر میں اب گھمسان کا رَن پڑ چکا ہے

## عطاءالعزیز

جب پاس مرے کوئی بھی تحریر نہیں تھی
تب اہلِ ادب میں میری توقیر نہیں تھی
تم سے ملا تو درد کی دولت ہوئی حاصل
پہلے یہ وگرنہ میری جاگیر نہیں تھی
دنیا کی تمازت سے نہ کملایا کبھی میں
تھی دھوپ مگر باعثِ تبخیر نہیں تھی
وہ وقت بھی آتا ہے کہ خورشید بجھے گا
اک وقت تھا کہ اس میں تنویر نہیں تھی
مجھ کو اسیری نہ ہوئی اس کی گوارا
ایسا تو نہیں زلف گرہ گیر نہیں تھی
دیکھے ہی نہیں خواب کبھی میں نے عطاؔ وہ
جن خوابوں کی ممکن کوئی تعبیر نہیں تھی

## روش صدیقی

وہ نکہت گیسو پھر اے ہم نفساں آئی
اب دم میں دم آیا ہے اب جان میں جاں آئی
ہر طنز پہ رندوں نے سر اپنا جھکایا ہے
اس پر بھی نہ واعظ کو تہذیب مغاں آئی
جب بھی یہ خیال آیا کیا دیر ہے کیا کعبہ
ناقوس برہمن سے آواز اذاں آئی
اس شوخ کی باتوں کو دشوار ہے دہرانا
جب باد صبا آئی آشفتہ بیاں آئی
اردو جسے کہتے ہیں تہذیب کا چشمہ ہے
وہ شخص مہذب ہے جس کو یہ زباں آئی
یہ خندہء گل کیا ہے ہم نے تو یہ دیکھا ہے
کلیوں کے تبسم میں چھپ چھپ کے فغاں آئی
آباد خیال اس کا شاداں رہے یاد اس کی
اک دشمن دل آیا اک آفت جاں آئی
اشعار روشؔ سن کر توصیف و ستائش کو
سعدیؔ کا بیاں آیا حافظؔ کی زباں آئی

## عذرا ناز، یو کے

جن دلوں میں اک ذرا بھی دوریاں ہوتی نہیں
راہ میں ان کی کبھی مجبوریاں ہوتی نہیں
زندگی بھر کرتا رہتا ہے مشقت آدمی
سر پھر بھی پیٹ کی تندوریاں ہوتی نہیں
اے مرے اللہ تو میری زندگی آسان کر
مجھ سے اب اس عمر میں مزدوریاں ہوتی نہیں
عشق رستے میں جلاتا ہے امیدوں کے چراغ
عشق کا حاصل کبھی بے نوریاں ہوتی نہیں
دل لگاتے ہوں فقط جو دل لگی کے واسطے
ایسے رانجھوں کے لئے تو چوریاں ہوتی نہیں

## سیف الدین سیف

کس طرح روکتا ہوں اشک اپنے
کس قدر دل پہ جبر کرتا ہوں
جب ترے شہر سے گزرتا ہوں

اس قدر بھی نہیں مجھے معلوم
کس محلے میں ہے مکاں تیرا
کون سی شاخِ گل پہ رقصاں ہے
جانے رشکِ فردوس، آشیاں تیرا
جانے کن وادیوں میں اترا ہے
غیرتِ حسن، کارواں تیرا
کس سے پوچھوں گا میں خبر تیری
کون بتلائے گا نشاں تیرا
تیری رسوائیوں سے ڈرتا ہوں
جب ترے شہر سے گزرتا ہوں

حالِ دل بھی نہ کہہ سکا گرچہ
تو رہی مدتوں قریب مرے
کچھ تری عظمتوں کا ڈر بھی تھا
کچھ خیالات تھے عجیب مرے
آخرِ کار وہ گھڑی آئی
بارور ہوگئے رقیب مرے
تو مجھے چھوڑ کر چلی بھی گئی
خیر! قسمت مری، نصیب مرے
اب میں کیوں تجھ کو یاد کرتا ہوں
جب ترے شہر سے گزرتا ہوں

گو زمانہ تری محبت کا
ایک بھولی ہوئی کہانی ہے
تیرے کوچے میں عمر بھر نہ گئے
ساری دنیا کی خاک چھانی ہے
لذتِ وصل ہو کہ زخمِ فراق
جو بھی ہو تیری مہربانی ہے
کس تمنا سے تجھ کو چاہا تھا
کس محبت سے ہار مانی ہے
اپنی قسمت پہ ناز کرتا ہوں
جب ترے شہر سے گزرتا ہوں

اشک پلکوں پہ آ نہیں سکتے
دل میں ہے تیری آبرو اب بھی
تجھ سے روشن ہے کائنات مری
تیرے جلوے ہیں چار سو اب بھی
اپنے غمِ خانۂ تخیل میں

تجھ سے ہوتی ہے گفتگو اب بھی
تجھ کو ویرانۂ تصور میں
دیکھ لیتا ہوں روبرو اب بھی
اب بھی میں تجھ سے پیار کرتا ہوں
**جب ترے شہر سے گزرتا ہوں**

آج بھی کار زار ہستی میں
تو اگر ایک بار مل جائے
کسی محفل میں سامنا ہو جائے
یا سر راہگزر مل جائے
اک نظر دیکھ لے محبت سے
ایک لمحے کا پیار مل جائے
آرزوؤں کو چین آ جائے
حسرتوں کو قرار مل جائے
جانے کیا کیا خیال کرتا ہوں
**جب ترے شہر سے گزرتا ہوں**

آج میں اُس مقام پر ہوں جہاں
رسن و دار کی بلندی ہے
میرے اشعار کی لطافت میں
تیرے کردار کی بلندی ہے
تیری مجبوریوں کی عظمت ہے
میرے ایثار کی بلندی ہے
سب ترے درد کی عنایت ہے
سب ترے پیار کی بلندی ہے
تیرے غم سے نباہ کرتا ہوں
**جب ترے شہر سے گزرتا ہوں**

تجھ سے کوئی گلہ نہیں مجھ کو
میں تجھے بے وفا نہیں کہتا
تیرا ملنا خیال و خواب ہوا
پھر بھی نا آشنا نہیں کہتا
وہ جو کہتا تھا مجھ کو آوارہ
میں اُسے بھی بُرا نہیں کہتا
ورنہ اک بے نوا محبت میں
دل کے لٹنے پہ، کیا نہیں کہتا
میں تو مشکل سے آہ بھرتا ہوں
**جب ترے شہر سے گزرتا ہوں**

کوئی پرسان حال ہو تو کہوں
کیسی آندھی چلی ہے تیرے بعد
دن گزارا ہے کس طرح میں نے
رات کیسے ڈھلی ہے تیرے بعد
شمعِ اُمید صر صرِ غم میں
کس بہانے جلی ہے تیرے بعد
جس میں کوئی مکیں نہ رہتا ہو
دل وہ سونی گلی ہے تیرے بعد
روز جیتا ہوں، روز مرتا ہوں
**جب ترے شہر سے گزرتا ہوں**

لیکن اے ساکنِ حریمِ خیال
یاد ہے دورِ کیف و کم کہ نہیں
کہ کبھی تیرے دل پہ گزرا ہے
میری محرومیوں کا غم کہ نہیں
میری بربادیوں کا سُن کر حال
آنکھ تیری ہوئی ہے نم کہ نہیں
اور اس کار زارِ ہستی میں
پھر کبھی مل سکیں گے ہم کہ نہیں
ڈرتے ڈرتے سوال کرتا ہوں
**جب ترے شہر سے گزرتا ہوں**

## نیاز جیراجپوری

تم ہو مزدور مجبور بے بس نہیں
تم ہو مزدور کمزور بے کس نہیں
تم ہو مزدور سُورج کے ہو ہمسفر
تم ہو مزدور سہنے والے خُشک و تر
تم ہو مزدور مضبوط بازو والے
تم ہو مزدور مٹّی کی خوشبو والے
تم ہو مزدور محنت مشقّت والے
تم ہو مزدور عزم اور ہمّت والے
تم ہو مزدور تھک کر نہ تھکنے والے
تم ہو مزدور خود میں بھٹکنے والے
تم ہو مزدور اندھیروں سے لڑنے والے
تم ہو مزدور جُگنو پکڑنے والے
تم ہو مزدور گر کر سنبھلنے والے
تم ہو مزدور قِسمت بدلنے والے
تم ہو مزدور بہتے پسینے والے
تم ہو مزدور مر مر کے جینے والے
تم ہو مزدور صبر و قناعت والے
تم ہو مزدور محنت کی عادت والے
تم ہو مزدور پکّے اِرادوں والے
تم ہو مزدور پابند وعدوں والے
تم ہو مزدور تاب اور کس بَل والے
تم ہو مزدور جہدِ مسلسل والے
تم ہو مزدور سہنے والے سختیاں
تم ہو مزدور پینے والے تلخیاں
تم ہو مزدور دو چار حالات سے
تم ہو مزدور دو چار خطرات سے
تم ہو مزدور گھر بال بچّوں کی آس
تم ہو مزدور ماں باپ بہنوں کی آس
تم ہو مزدور محنت کی تصویر ہو
تم ہو مزدور خوابوں کی تعبیر ہو
تم ہو مزدور تم سے مِلوں کا وجود
تم ہو مزدور تم کارخانوں کی بود
تم ہو مزدور مُتلاشی ہو کام کے
تم ہو مزدور تم عادی ہو کام کے
تم ہو مزدور یہ مُنکشف راز ہے
تم ہو مزدور تم پر ہمیں ناز ہے
تم ہو مزدور ہو تم ہی کل آج کل
تم ہو مزدور ہو تم ہی اپنا بدل
تم ہو مزدور محنت کش و سخت جاں
تم ہو مزدور تم سے ہے دُنیا جواں

## فرزانہ فرحت لندن

مری چاہتوں کا دیا جلا اسی ماہ میں اسی سال میں
مرے ہمنوا مرے پاس آ اسی ماہ میں اسی سال میں
یہ اداس سی مری زندگی نہ ملی تھی کوئی مجھے خوشی
مجھے دے خوشی کا کوئی پتہ اسی ماہ میں اسی سال میں
مری شام شام ہے زندگی مری تیرگی بھی نہیں ڈھلی
مرے راستوں میں دیا جلا اسی ماہ میں اسی سال میں
مرے دل میں ہیں جو سراب سے تو بسے ہیں آنکھ میں خواب سے
مری راہ میں بھی سراب لا اسی ماہ میں اسی سال میں
تجھے میرے پیار کا واسطہ کہ دکھا مجھے کوئی راستہ
تو دکھا مجھے کوئی معجزہ اسی ماہ میں اسی سال میں
ترے میرے بیچ صنم ہیں کیوں کئی فاصلے کئی دوریاں
انہیں دوریوں کو کبھی مٹا اسی ماہ میں اسی سال میں
مجھے کوئی فرحتِ دل ملے کوئی پھول دل میں مرے کھلے
تو گلاب دل کا مرے کھلا اسی ماہ میں اسی سال میں

## صاحبانِ ذوق کی بصارتوں کی نذر
## ایس ایم تقی حسین

گلاب راتوں کی چاندنی میں تمہاری خوشبو بسی ہوئی ہے
تمہارے عارض کی نرم کرنوں میں سو ستاروں کی روشنی ہے
تمہاری آنکھوں کے سائباں میں دھنک کی شوخی رچی ہوئی ہے
تمہارے ہونٹوں کی سرخیوں میں ہزار پھولوں کی دلکشی ہے
تمہارے قدموں کی چاپ میں بھی کنواری ندیوں کی جلترنگ ہے
تمہاری باتوں کی نغمگی میں ہر ایک سرگم رباب رنگ ہے
تمہاری زلفوں کے مشک و عنبر شمیم جنت کی دوش پر ہیں
تمہارے چہرے پہ یہ نگاہیں مری خوشی کا پیامبر ہیں
تمہاری سوچوں کے پھول جانم میرے خیالوں کی سیج پر ہیں
میرے مقدر کے سارے جگنو شباب راتوں میں اشک تر ہیں
تمہاری خلوت کے انجمن میں سہاگ راتوں کا بانکپن ہے
تمہارا جلوہ نگاہ جانم ہزار شمعوں کی انجمن ہے
یہ میرے خوابوں کے ریزے ریزے چمن چمن جو بکھر گئے ہیں
شکستہ دل کے ہیں آبگینے پلک پلک جو سنور گئے ہیں
وصال و فرقت کی کشمکش میں جو لمحات زیر و زبر گئے ہیں
فراخ سینوں کی وسعتوں میں ہزار خنجر اتر گئے ہیں
تمہارے سینے کے زیر و بم میں جو میری سانسیں اُلجھ رہی ہیں
تمہاری آنکھوں میں میری آنکھیں تمام باتیں سمجھ رہی ہیں
کمال فن میں ہزار سنگت محبتوں کے ہزار نغمے
جو زد میں آئے ہیں شعلے دل کے فلک کے تارے ہزار چمکے

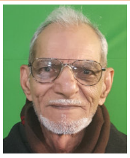

## شائق نصیر پوری

گنگنائے بِن ہی تو حمد و ثنا کرتا ہوں میں
سب پہ مولیٰ رحم کر یہ ہی دعا کرتا ہوں میں
چا روں جانب پھیل جاتی ہے فضا لاحول کی
بے ارادہ اے خدا جب بھی گناہ کرتا ہوں میں
میں کٹہرے میں کھڑا ،اور میں مُنصِف ہوں یہاں
میں بری ہو جاؤں گا یہ فیصلہ کرتا ہوں میں
ہر کسی پر بند ہوگا بابِ توبہ آخرش
لحہ لحہ توبہ توبہ ہی کیا کرتا ہوں میں
ہجر کے مارے ہوئے اے دوستو مجھ سے ملو
ٹوٹے خوابوں کی قُبائیں بھی سِیا کرتا ہوں میں
ہیں بتاتے یہ صحیفے نیند ہے مثلِ ممات
یوں بھی مر کر رات کو تو صبح جیا کرتا ہوں میں
ہجر پیمانے سبھی ہی کرچیاں ہونے لگے
وصل کے ہی جام شائقؔ اب پیا کرتا ہوں میں

**قندیل ادب انٹرنیشنل کی جانب سے قارئین کو**
**عیدالاضحیٰ کی مبارک صدمبارک (ادارہ)**

# قندیلِ شعروسخن لندن آن لائن مشاعرہ

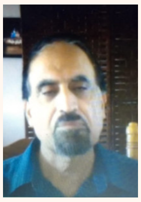

رپورٹ:
عبدالحمید حمیدی

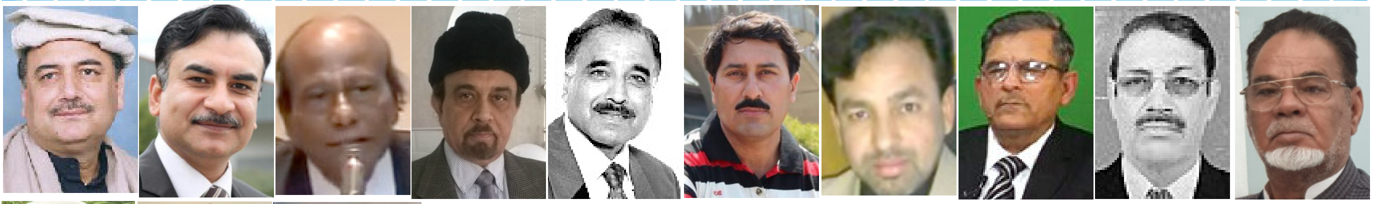

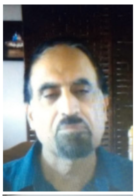

قندیل شعروسخن لندن کے زیر اہتمام 2 جولائی 20 بروز جمعرات ایک آن لائین مشاعرے کا انعقاد ہوا۔ اِس محفل کی صدارت جرمنی کے معروف شاعر طاہر عدیم صاحب نے فرمائی۔محترم جناب اقبال مجیدی صاحب شاعر کراچی مہمان خصوصی کی حیثیت سے شامل ہوئے۔رانا عبدالرزاق صاحب خاں نے نظامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن سے ہوا جو کہ پروفیسر عبدالقدیر کوکب صاحب نے کی۔سب سے پہلے کینیڈا سے محترم بشارت ریحان صاحب نے خوبصورت کلام پیش کیا۔

کچھ اس طرح ڈرے ہوئے اپنے گھروں میں تھے
جیسے کہ لوگ گھر میں نہیں مقتلوں میں تھے
میں خوں بہا بھی مانگتا تو اُن سے کِس طرح
میرے سبھی عزیز میرے قاتلوں میں تھے

کینیڈا سے ہی مرزا محمد افضل صاحب کا خوبصورت کلام کچھ اس طرح سے تھا۔

ایسا نہیں کہ مجھ کو کوئی غم نہیں رہا
ایسا ہے اب کہ غم میں کوئی دم نہیں رہا
اب کے بھی وصل ہجر کی آغوش میں رہا
اب کے بھی سینہ ہجر میں پرنم نہیں رہا

محترم کاشف نسیم صاحب نے پاکستان سے شرکت فرمائی۔

اب تو اُس کے گیت میں ہر پل گاتا ہوں
سچ پوچھو مجھ کو محبت لگتی ہے
اِس کی ہر اک سوچ پہ پہرے دکھتے ہیں
سوچوں کی برسات قیامت لگتی ہے

خاکسار عبدالحمید حمیدی کو کلام پیش کرنے کا موقع ملا۔

جب بھی نقطے کے میں قریب ہوا
اک تغیر بہت عجیب ہوا
مجھ سے بڑھ کر تجھے وہ چاہتا ہے
میرا دل ہی میرا رقیب ہوا

محترم طارق صفدر صاحب نے سلیم جہانپوری کے کلام سے انتخاب پیش کیا۔

روز بکتے ہی چلے جاتے ہیں سب اہلِ وطن
ملک اِس حالت میں بہ ارزاں رقم بک جائے گا
ہر خوشی بک جائے گی ہر اک الم بک جائے گا
عید کی خوشیاں تو عاشورے کا غم بک جائے گا

گلاسگو سے محترم داؤد قریشی صاحب کا کلام کچھ اس طرح سے ہے۔

دل کے نہاں خانے سے غزل آپ کیلئے
غیروں کے بہانے سے غزل آپ کیلئے
ہر لفظ جام کی مانند ہے جس کا
ساجد کے مے خانے سے غزل آپ کیلئے

پاکستان سے اطہر حفیظ فراز کی خوبصورت غزل کے چند اشعار۔

ہاتھوں میں اِس کے ہاتھ ہے اور چاندرات ہے
دل دل کے ساتھ ساتھ ہے اور چاندرات ہے
کلیاں ہیں اس کی زلف میں گجرے ہیں ہاتھ میں
حوروں کو آج مات ہے اور چاند رات ہے

کنیڈا سے محترم اعظم نوید صاحب نے اپنا کلام اِس طرح پیش کیا۔

اشکِ خوں ہنس ہنس کے پئے جاتا ہوں
تیری باہنوں میں مر مر کے جئے جاتا ہوں
اِن وفاؤں کا صِلہ تجھ کو میں دوں کیسے
غم اپنے ہی تیرے نام کئے جاتا ہوں

پاکستان سے توقیر سید صاحب کا کلام۔

جگر کو چیر کے کرنے لگا ہے بخیہ گری
کمال اس کا طلسم کمال چارہ گری
وہ اپنی ذات میں ایسا ہے گُم کہ کیا کہیے
ہمیں ہی مار نہ ڈالے یہ اس کی بے خبری
کبھی تو آئے گی ٹھنڈی ہوا فضا کے اور
کبھی تو دے گی ہمیں بھی یہ خوش خبری

عبدالباسط انور صاحب نے دبئی سے کلام پیش کیا۔

منتظر سب حکم کے تیرے تھے دِل اور جان سے
ہے دعا میری خدا سے یہ وفا قائم رہے

جرمنی سے محترم عبدالجلیل عباد کی خوبصورت شاعری ملاحظہ ہو۔

گھول کر غم شراب لے آؤ
کرب ہے بے حساب لے آؤ

آج چھیڑوں گا غم کے تاروں کو
کوئی زخمی رُباب لے آؤ

جرمنی سے محترم اسحاق ساجد نے خوبصورت گیت پیش فرمایا

جانِ جاں تیرے بنا برباد ہے دِل کا جہاں
آواز دے میرے صنم تو ہے کہاں تو ہے کہاں
میں ہوں یہاں تو ہے وہاں ڈھونڈوں کہاں پاؤں کہاں

رانا عبدالرزاق صاحب کا کلام توحید کی علامت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

محبت کی کرن شمع حرم میں جگماتی ہے
یہ وہ نعمت ہے جو کاشی کو کعبہ سے ملاتی ہے
کفِ صیاد سے پنچھی کا دامن بھی چھڑاتی ہے
کبھی بے خوف ہو کر کہکشاں میں جگمگاتی ہے

یو کے سے محترم ڈاکٹر منور احمد کنڈے صاحب نے پنجابی کلام پیش کیا۔

طوفاناں دادھکا لگا اکھ وچ ساغر ڈوبا لگا
اکھاں نوں جدتو کھالگا رنگ پُھلاں دا پھکا لگا

مہمان خصوصی لندن سے محترم اقبال مجیدی صاحب کا کلام ملاحظہ ہو۔

تیری زیست کا حامل ہوں
تو دریا میں ساحل ہوں
گونگا بہرہ ہوکر بھی
اہلِ زباں میں شامل ہوں

آخر میں صاحبِ صدرمشاعرہ جناب طاہر عدیم صاحب نے اپنے کلام سے نوازا۔

لیلائے درد جو دِرینہ لگا رکھا ہے
زیست کے ٹاٹ میں پشمینہ لگا رکھا ہے
ہر کوئی سر بر گریباں پلٹ آتا ہے
اس نے دروازے میں آئینہ لگا رکھا ہے
آج کے دور کا یوسف ہوں جبھی تو طاہرؔ
میں نے ہر چاہ میں زینہ لگا رکھا ہے

آخر میں رانا صاحب نے تمام شعرا کا شکریہ ادا کیا اور یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔

# انٹرویو۔مکرم عبدالکریم قدسیؔ صاحب

**سوال نمبر 1: ابتدائی حالات زندگی**

**جواب:** میں نے 1948ء میں کرتو ضلع شیخوپورہ میں ایک غریب اور محنت کش گھرانے میں آنکھ کھولی۔محنت و مشقت نے نہ جانے مجھ میں کیا خوبی دیکھی اور مجھ پر ایسی فریفتہ ہوئی کہ آج بھی یہ مخلصانہ تعلق اور رشتہ قائم و دائم ہے۔

**سوال نمبر 2: شاعری کا آغاز کب اور کیسے ہوا۔**

**جواب:** ریڈیو سے مشاعرے سننے کا شوق تھا۔لاہور، کراچی، جالندھر، دہلی سے کب مشاعرہ نشر ہوتا ہے مجھے علم ہوتا تھا۔مشاعروں سے اچھے شعر نوٹ کرتے کرتے اور پسندیدہ شعروں کی تلاش نے خود شعر کہنے کا حوصلہ دیا

**سوال نمبر 3: پہلی نظم جو لکھی یاد ہے۔**

**جواب:** حمد باری تعالیٰ تھی۔ نہ جانے کب ملے گا مجھ کو میرا مدعا یا رکچھ ایسی ہی تھی۔

**سوال نمبر 4: ساٹھ ستر کی دہائی میں ہونے والے طرحی مشاعروں اور ادبی محفلوں سے وابستہ کچھ یادیں۔**

**جواب:** میں نے اپنی غزلوں کی کتاب ’’اشک رواں‘‘ کے ابتدائیہ میں ان طرحی مشاعروں اور ادبی محافل کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔وہ کیا شعروشاعری کی ترویج وترقی کا سنہری دور تھا۔ایک طرف حضرت نشتر جالندھری کا حلقہ نشترِ ادب تھا۔وائی ایم سی اے میں مشاعرے ہوتے۔ڈاکٹر تبسم رضوانی کا حلقہ بہت فعال تھا۔پہلے پرانی انارکلی میں واصف علی واصف کے انگلش کالج میں پھر الشجر بلڈنگ پھر ریواز گارڈن میں باقاعدگی سے مشاعرے ہوتے۔نوح ناروی کے شاگرد زیب ناروی صاحب بھی باقاعدگی سے مشاعرے کرواتے کرشن نگر میں۔تابکاری روڈ تکیہ املی والا میں اصغر نثار قریشی کی محفل جمتی۔ڈاکٹر عبدالرشید تبسم کے ہاں 103 سی ماڈل ٹاؤن میں بلاناغہ ماہوار طرحی نشست برپا ہوئی۔اقبال صلاح الدین اور بشیر منذر کے ڈیرے بھی اہل قلم سے ہمیشہ آباد رہے۔اقبال صاحب کے ہاں بشیر حسین ناظم، چوہدری غلام رسول، عبدالجبار شاکر، اشرف پال، ساقی گجراتی، ریاض راجی، عصمت اللہ زاہد، غلام مصطفی بسمل، راجا رسالو، اقبال زخمی، مقصود ناصر چوہدری، سید اسلام شاہ، امین خیال اور بے شمار ادیبوں شاعروں کا آنا جانا تھا۔

بشیر منذر کا ایبک روڈ پر المنار آرٹ پریس تھا۔وہاں بھی اہل قلم کی بہت ریل پیل رہتی تھی۔شریف کنجاہی تنویر سپرا، حفیظ تائب، اقبال ساجد، رُوحی کجاہی، ڈاکٹر آفتاب نقوی، سلیم کاشر اکثر وہاں آتے جاتے تھے۔ڈاکٹر اجمل نیازی سے بھی وہیں تعارف ہوا۔طفیل ہوشیارپوری کے دفتر میں شرقی بن شائق، یزدانی جالندھری، طفیل ہوشیارپوری اور ایف ڈی گوہر کے مباحث سے ہم لوگ خوب سرشار ہوا کرتے۔دانش کدہ حضرت احسان دانش کی نشست گاہ تھی۔وہاں بھی قسمت نے بیٹھنے کے بہت سے مواقع عطا کیے۔شفیق کوٹی، رشید کامل، اقبال راہی سے وہیں تعارف ہوا۔شورش کاشمیری بھی کبھی کبھار وہاں آتے تھے۔ساغر صدیقی کا درویشانہ دربار فٹ پاتھ پر لگتا تھا۔روزانہ کی حاضری دینے والوں میں میرے علاوہ یونس حسرت امرتسری، ظہیر احمد ظہیر، توقیر لدھیانوی، یونس ادیب، ناز خیالوی، عبدالستار مفتی اور یاسمین رضا شامل تھے۔طالب حسین طالب اور یوسف مثالی بھی گاہے گاہے شامل ہوجاتے تھے۔پنجابی حلقوں کے ہیروں کی چمک دمک بھی دیدنی تھی۔ایک حلقہ میں رؤف

شیخ، سلیم کاشر، منظور وزڈیر آبادی یونس احقر، اطہر نظامی، معراج دین اختر، ہمایوں پرویز شاہد اور منتظر زرّیں۔ دوسرے حلقہ میں ڈاکٹر رشید انور، سلطان محمود آشفتہ، سعید جعفری، زاہد نواز، حسین شاد کنول مشتاق وغیرہ۔ ایک حلقہ مشتاق بٹ ایڈووکیٹ کا تھا۔ استاد اللہ دتہ صابر، قمر الدین کامل، اعزاز احمد آذر، تنویر ظہور، خلیفہ نادم عصری وغیرہ اسی میں شامل تھے۔ استاد دامن سب سے الگ تھلگ ایک حجرے میں رونق افروز رہتے تھے۔

سوال نمبر 5: آج تخلیق ہونے والے ادب کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

**جواب:** جس طرح پوری غزل میں صرف ایک شعر کام کا ہو تو پوری غزل معتبر کہلاتی ہے۔ اس طرح آج کے کمرشل دور میں بھی کچھ نوجوانوں کی تخلیقات حیران کن ہے جس کی وجہ سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

سوال نمبر 6: سرکاری سرپرستی میں چلنے والے ادبی اداروں کی کارکردگی سے مطمئن ہیں؟

**جواب:** میرا ادب سے تعلق کوئی پون صدی کے عرصے کو محیط ہے۔ میں نے بیشتر ادبی اداروں کی کارکردگی کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا ہے۔ مجھے آج تک اس بات کی سمجھ نہیں آئی کہ ان اداروں کے قیام کا مقصد ادب یا زبان کی ترویج و ترقی ہے یا بعض خاص لوگوں کو نوازنا ہے جو ان اداروں میں بیٹھے بڑی بڑی رقمیں بٹور رہے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ان میں اکثر ادارے دس پندرہ افراد کے ساتھ صرف کتابیں چھاپنے کا کام کر رہے ہیں۔ یہ کام اُردو بازار کے پبلشرز زیادہ بہتر انداز میں کر رہے ہیں۔ وہ کس کس طرح ادیب اور شاعر کا استحصال کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے لیکن ان اداروں نے ادیبوں کی بہبود کے لیے کیا کیا ہے؟ مراسم اور تعلقات کی بنیاد پر رائیلٹی دے کر غیر معیاری کتابیں چھاپنے کا عمل جاری ہے۔ اکیڈمی آف لیٹرز کو ادیبوں کی اعانت اور بہبود کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ یہ ادارہ بھی اپنے مقاصد کے حصول میں پوری طرح کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا۔

سوال نمبر 7: آج کا الیکٹرانک میڈیا ادب کی ترقی و ترویج میں کردار ادا کرتا دکھائی دیتا ہے۔

**جواب:** نہیں۔ جہاں ایک خوبصورت لڑکی اناؤنسمنٹ کرے کہ "خواجہ سرا کی بیماری سے اتنے مریض ہسپتال میں داخل ہیں یا فوت ہو گئے ہیں۔" یاد رہے کہ یہ خسرہ کی بیماری کا ذکر تھا۔ موصوفہ نے خسرہ کو خُسرہ پڑھتے ہوئے مہذب لہجہ اختیار کیا۔ اب بتائیں یہ صرف اُردو کا نہیں اُردو ادب کا جنازہ نہیں ہے کیا؟ اب ہم اناؤنسر کی خوبصورتی دیکھیں یا اُردو ادب کے جنازہ میں شرکت کریں۔

ہاں چند ایک لوگ ہیں جو علم تقسیم کرتے ہیں۔ مگر آٹے میں نمک کے برابر

سوال نمبر 8: اہل قلم کو ہر سال دیئے جانے والے اعزازات پر آپ کی رائے۔

جواب: اس کے باوجود کہ سیاست ملوث ہوتی ہے۔ انصاف کا دامن چھوڑ دیا جاتا ہے۔ میرٹ بھی ذبح ہو جاتا ہے مگر میں اس کو بند کرنے کے حق میں نہیں۔ دس میں سے ایک ایوارڈ بھی مستحق کو مل جائے تو غنیمت ہے۔

سوال نمبر 9: غزل اور نظم میں آپ کی پسند۔

**جواب:** میری پہلی اور آخری محبت غزل ہے۔

سوال نمبر 10: کس شاعر ادیب نے متاثر کیا۔ جواب: جب ہم نے شاعری کے میدان میں قدم رکھا تو ایک سے بڑھ کر ایک نابغۂ روزگار ہستیاں موجود تھیں جن کی روشنی میں اُردو ادب کی دیوی اُٹھلا اُٹھلا کے چلتی تھی۔ ایک سنہرا دور تھا ادب کا۔ کس کس کا نام لیا جائے البتہ جن کے قدموں میں بیٹھ کر کسبِ فیض کیا ان میں شرقی بن شائق، ساغر صدیقی، یزدانی جالندھری، ثاقب زیروی، اقبال صلاح الدین، بشیر منذر، ڈاکٹر رشید انور اور رؤف شیخ جیسے بلند قامت لوگ تھے۔

سوال نمبر 11: ادب میں تنقید و تحقیق کے بارے میں آپ کی رائے؟

**جواب:** مجھے افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں جس تیزی سے شعرا پیدا ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اس تیزی سے ہم نقاد اور محقق پیدا نہیں کر سکے۔ نقاد وہ شخص ہوتا ہے جو ادب کی رفتار ہی نہیں ماپتا بلکہ اس کی اُنگلیاں ادیب اور ادب کی نبض پر ہوتی ہے۔ وہ معاشرے کی بنتی بگڑتی ہوئی صورت حال کا ادراک رکھتا ہے۔ اور ادب کی سمت متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسی طرح محقق کا وجود بھی ادب کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ محقق اپنی تحقیق کے ذریعہ کھوئے ہوؤں کی جستجو کرتا ہے اور ادب کے گم شدہ آثار دریافت کر کے نئی صورت حال پیدا کرنے کا سامان فراہم کرتا ہے لیکن اب تنقید و تحقیق کا میدان خالی ہو کر رہ گیا ہے۔ آج کے دور کا یہ المیہ ہے کہ ہمیں کوئی بڑا نقاد اور محقق نظر نہیں آتا۔ اب وہ لوگ نقاد کا لیبل لگائے ہوئے ہیں جو شعر کو وزن میں نہیں پڑھ سکتے۔ اور محقق یونیورسٹیوں میں جمع ہو گئے ہیں جہاں سندی تحقیق میں وہ دوسروں کے کام پر ہاتھ صاف کئے جا رہے ہیں۔ ان کی نگرانی کرنے والے اساتذہ بھی بس ایسے ہی ہیں جو تحقیق کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سرکار کی سرپرستی میں چلنے والے ادبی اداروں کو اس کام پر لگا کر اُن کی تن آسانی کا علاج کیا جائے۔

سوال نمبر 12: آج عالمی مشاعرے تو ہو رہے ہیں مگر عام مشاعروں میں کمی کیوں ہے۔

جواب: پہلے ادب کی خدمت کے لیے مشاعرے ہوتے تھے آج حقِ خدمت کے لئے ہوتے ہیں۔ کمرشل ازم کے دھوئیں نے ادب کی خدمت کا چہرہ جھلسا کے رکھ دیا ہے۔

سوال نمبر 13: تاریخ گوئی کو ایک مشکل صنف کہا جاتا ہے۔ بہت سے دوستوں کی تاریخ وفات آپ نے نکالی ہے۔ اس طرف کیسے آئے۔

**جواب:** میرے ایک شاعر دوست عبدالسلام اختر فوت ہوئے میں نے پہلی بار ان کی تاریخ وفات نکالی۔''آسمانِ شعر کا اختر گیا''1975 یزدانی جالندھری صاحب اس فن میں یدِطولیٰ رکھتے تھے۔میں نے ان کو مصرع سنایا۔وہ چلتے چلتے رکے۔آسمان کی طرف دیکھا۔سر کو ہلایا۔کہنے لگے بالکل ٹھیک مصرعہ ہے۔مجھے تھپکی دی اور کہا کہ یہ فن مشکل ضرور ہے اور محنت طلب ہے۔اس راستے پر بڑھتے رہنا ہے واپس نہیں لوٹنا۔آدھی صدی بعد بھی ان کی تھپکی کی حرارت و محبت اور شفقت آج بھی محسوس کرتا ہوں۔

**سوال نمبر14:** بطور شاعر آپ اُردو یا پنجابی کس میں زیادہ سہولت سے اظہار خیال کرنے میں آسانی سمجھتے ہیں۔

**جواب:** اُردو چونکہ ہماری قومی زبان ہے میں اُردو میں لکھنا فخر کی بات سمجھتا ہوں۔پنجابی چونکہ میری مادری زبان ہے اس لئے مادری زبان میں لکھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے جیسے میں کوئی ثواب کا کام کر رہا ہوں۔

**سوال نمبر15:** بیرون ملک کب گئے اور موجودہ ادبی سرگرمیاں کیا ہیں۔اس بارے میں کچھ بتایئے۔

**جواب:** میں نے 2013ء کو بھیگی پلکوں سے مادرِ گیتی کو الوداع کہا۔مسلسل ناانصافی،عدل کشی اور تعصب کی تیز آندھی زوروں پر تھی۔

بھیگی پلکیں، پاؤں میں چھالے، ہاتھ میں خشک نوالہ ہے
یہی تماشا دیکھ رہے ہیں جب سے ہوش سنبھالا ہے

تاہم میں کسی صورت ملک چھوڑنے پر راضی نہ تھا۔میرا بیٹا جو امریکہ میں ٹرکوں کے کاروبار سے منسلک ہے اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالنا پڑے کہ بڑھاپے میں اولاد سے جان بوجھ کر کنارہ کشی خودکشی سے کم نہیں۔امریکہ کی بعض ریاستوں کا اتنا فاصلہ ہے کہ کئی کئی گھنٹے ہوائی سفر میں لگ جاتے ہیں سو اہلِ قلم فون کے ذریعہ ہی مل لیتے ہیں۔میں ویسے ہی اب مشاعروں سے آنکھ چراتا ہوں کہ میرے کم از کم اُردو پنجابی کے گیارہ مسودے تیار پڑے ہیں۔ان کو ترتیب دینے پر توجہ ہے کہ زمین میں چھپ جانے سے پہلے پہلے یہ چھپ جائیں وگرنہ کل کو کون اشاعت کا سردرد مول لے گا کہ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں تو اُردو پنجابی سے دور جا رہے ہیں ان کا اوڑھنا بچھونا ہی انگریزی زبان ہے۔

(نوائے وقت سنڈے میگزین مارچ ۲۰۲۰)

ہر شخص اپنے چاند سے تھا محو گفتگو
میں چاند ڈھونڈتا رہا اور عید گزر گئی

## عامر سہیل

باباجی فرمانے لگے کہ بیٹا ہم ردوقدح کے عادیوں نے ذکی الحس تو کیا بننا تھا اور ماحول کی صفائی ستھرائی کی توقیر کو جانتے ہوئے خود میں بہتری تو کیا لانا تھی بلکہ ہم تو الٹا خلقتِ خدا کے واسطے دردِ سر ثابت ہوئے اور ماحولیاتی تبدیلیوں کو یکسر نظرانداز کرنا اپنا شعار بنا لیا اور ادبدا کر اس کے حُسن کو ماند کرتے چلے گئے...ہم آلامِ دنیوی کا راگ الاپنے اور رونا رونے والوں نے وسائل کا برمحل استعمال نہیں کیا اور پھر آج جو بھگت رہے ہیں وہ اپنی ہی کرنی کا پھل تو ہے...ہم نے خود سے وابستہ ماحول اور اپنے پرکھوں کے طور طریقوں کو وداع کہہ دیا اور اس قدر روشن خیال بنے کہ اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مصداق ماحول کو آلودہ کرنا شروع کر دیا...اب ماحول میں سرایت کرتا یہ گندگی کا عنصر ہمارا اپنا ہی تو پیدا کردہ ہے جس کی ہم مختلف اشکال اور صورتوں میں بھینٹ چڑھ رہے ہیں...تمام زیست ہم یہی ڈھنڈورا پیٹتے رہے کہ میں انفرادی طور پر کیا کروں؟ میں اکیلا کیسے بہتری لاؤں؟ مجھ سے کیا ہو سکتا ہے؟ میں اکیلا کیا کر پاؤں گا؟ یہ مجھ سے ہو پائے گا؟ ایک میرے گھر، محلے یا گلی کے صاف کرنے سے کون سا ملک صاف ہو جانا ہے یا اس پر اثر پڑنا ہے اس لیے صرف اپنے گھر کی صفائی امرِ فضول ہے اور وقت کا ضیاع بھی..یہ بات بھی اپنی جگہ وزن رکھتی ہے کہ ماحول سے تعفن اور گندگی کو تلف کرنے کے لیے حکومت کو موثر اقدامات کی ضرورت ہے مگر اس کی بہتری کے لیے ہمارا قومی فریضہ بھی بنتا ہے کہ ہم اس کی بہتری میں اپنا حصہ ڈالیں....اگر ہم ماحول کی بہتری کے لیے واقعی سنجیدہ ہیں تو پھر سال میں اس کا ایک دن منانے کے ساتھ ساتھ روزانہ کی بنیاد پر اپنی ذات سے شروع کر کے اس کی بہتری کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا...اگر ہم اسی بھول پن کا شکار رہے کہ فلاں کی ذمہ داری ہے فلاں ٹھیک کرے گا میں کیوں کروں؟؟ تو پھر اجتماعی طور پر بہتری تو درکنار یاس کی یہ سوچ ضرور اجتماعیت کا روپ دھار کر ہمیں اس گندے ماحول کا خوگر بنا ڈالے گی۔اس بالکل سادہ سی بات کو ہم نے خود گنجلک بنا دیا کہ ماحول کو صاف رکھو اور ہمیں ماحول سے گندگی کا مفقود ہونا مقصود ہے مگر ہم اتنے سادہ لوح کہ یہی بات ہی باور نہیں کر پائے اور فقط قنوطیت کا شکار ہو گئے اور شکار ہیں اگر اپنی یہ خو نہ بدلی تو شاید شکار رہیں اس لیے وقت کی اشد ضرورت ہے کہ اپنا کردار نبھاتے ہوئے ماحول کے حسن کو بڑھائیں۔

# قوم کی پاک تعمیر

رجل خوشاب

گول گپے والا آیا... چھ دن سے میرے کزن کی بیٹی ہسپتال میں داخل تھی ۔اسکی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی ۔ پتہ چلا کہ چیختی ہے چلاتی ہے اور لوگوں کو کاٹتی ہے ۔ مجھے پتہ چلا تو میں اسے دیکھنے ہسپتال گیا۔ بچی کی ٹانگیں اور ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور وہ تڑپ رہی تھی ۔ بارہ سال کی بچی ہے۔ڈاکٹر صاحب سے ملا تو بولے ہیسٹیریا ہے۔ باپ سے پوچھا تو کہنے لگے اس کو سایہ ہو گیا ہے۔ والدہ نے کہا اسکی پھوپھو نے جادو کر دیا ہے۔ جتنے منہ اتنی باتیں ۔ میں نے بچی کے پاس جا کر اسے پیار کیا اور پانی پلایا۔ وہ بیقرار تھی ۔ کہتی ہے مجھے گول گپے کھانے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے منع کیا ہے کہ اس کو کوئی چیز بازار سے نہیں دینی ہے۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔ میں نے پوچھا کہ بچی کی یہ حالت کب سے ہے۔ والدہ نے بتایا کہ چھٹیوں کے آخری بیس ایام اپنے ددھیال کے گھر گئی تھی ۔ وہاں سے جب واپس آئی ہے تو طبیعت ناساز ہے۔ چڑچڑی ہو گئی ہے۔ باہر نکل نکل کر بھاگتی ہے۔ بس کہتی ہے کہ گول گپے کھانے ہیں وہ بھی لا کر دیئے پر پسند نہیں آتے پھینک دیتی ہے۔ چیختی ہے چلاتی ہے۔ جوان ہے ایسی حرکتیں دیکھ کر کون اس سے شادی کرے گا۔ میں نے لڑکی سے تنہائی میں بات کرنے کی اجازت چاہی جو مل گئی۔ میں نے بچی کے ہاتھ پاؤں کھولے اور ٹیرس پر لے گیا۔ اسے پانی پلایا اور پوچھا کہ مجھے اپنا دوست سمجھو جو کچھ ہم میں بات ہو گی وہ راز ہی رہے گا۔ میں نے قسم کھائی۔ لڑکی کو کچھ حوصلہ ہوا تو کہنے لگی آپ اپنی ماں کی قسم کھائیں کہ کسی کو نہیں بتائیں گے۔ میں نے یہ قسم بھی اُٹھالی۔ لڑکی بولی کہ مجھے اپنے پھوپھوزاد کزن سے پیار ہو گیا ہے اور وہ بھی مجھے بہت چاہتا ہے۔ مگر میری پھوپھو نہیں مانیں گی ۔ میرا اپنے کزن سے کچھ جسمانی رشتہ بھی ہو گیا ہے اور میں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ ہم دونوں کئی کئی گھنٹے ساتھ رہے۔ ان کے محلے میں ایک گول گپے والا ہے جو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ ہم دونوں وہ کھانے کے لئے جاتے تھے اور کھا کر اسی کے کیبن میں بیٹھ کر پیار محبت کی باتیں کرتے اور بھی بہت کچھ۔ ہمیں جیسے نشہ سا ہو گیا تھا ایک دوسرے کا۔ میں جب سے واپس لوٹی ہوں دل بہت بیقرار رہتا ہے اور جسم میں جیسے کچھ جل سا رہا ہے۔ میں نے اس سے اس کی پھوپھو کا نمبر لیا اور اس کو یقین دلایا کہ میں جو کچھ بھی کر سکا کروں گا۔

اگلے روز میں اس کی پھوپھو کے گھر تھا۔ رشتے دار تھے میری بہت عزت کی۔ میں نے اس کے بیٹے سے بازار تک ساتھ چلنے کو کہا اور ہم پیدل ہی شام کو گھر سے نکلے۔ باتوں باتوں میں میں نے لڑکی کے حوالے سے گول گپے کی تعریف کی اور یوں ہم اس دکان کے کیبن میں پہنچ گئے۔ گول گپے منگوائے گئے اور کھائے بھی۔ بہت مزیدار تھے۔ الگ سا ذائقہ تھا۔ خیر میں نے کچھ پیک کروا لیے اور ساتھ لے آیا۔ رات کو واپس شہر آیا اور وہ گول گپے ایک دوست کی لیب والے کو دیئے کہ اس کو چیک کر دے۔ منشیات والے ادارے کو بھی ایک سیمپل دیا۔ اگلے روز کی رپورٹ میں پتہ چلا کہ مصالحہ جات میں ہیروئن ملائی گئی ہے۔ رپورٹ دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ ایک لمحے کے لیے دم بند سا ہو گیا۔ اسی لمحے محکمہ انسداد منشیات کے ادارے سے رابطہ کیا اور اس گول گپے والے کی دکان پر ریڈ کیا۔ وہاں سے شراب، ہیروئن اور چرس برآمد ہوئی۔ یہ باقاعدہ ایک منشیات کا اڈہ تھا اور گول گپے والا اپنے گول گپوں میں گھول کر ہیروئن کھلا رہا تھا۔

***

## ایک نایاب ہنسانے والا لطیفہ

ایک امریکن عورت ایک جاپانی عورت اور ایک پاکستانی عورت دریا کی سیر کر رہی تھیں ایک جن آیا بولا تم سب باری باری کوئی چیز دریا میں پھینکو میں نے وہ چیز ڈھونڈ لی تو اس عورت کو کھا جاؤں گا اگر نا ڈھونڈ سکا تو اس کا غلام ہو جاؤں گا۔ امریکن عورت نے موبائل میموری کارڈ پھینکا جن ایک منٹ میں تلاش کر کے لے آیا اور عورت کو کھا گیا۔ اب جاپانی عورت نے ایک سوئی پھینکی جن نے وہ بھی ایک منٹ میں ڈھونڈ کر کے عورت کو ہڑپ کر لیا۔ اب پاکستانی عورت کی باری تھی محترمہ نے ڈسپرین کی گولی پھینکی۔ پورے پانچ گھنٹے تک پانی میں گھومنے کے بعد بھی جب جن ناکام واپس آئے تو کہتی ہے کاکا چھیتی کر بڑے کام پڑے ہیں گھر میں، اب جن کبھی کبھی چھٹی لے کے دریا پر جاتا ہے اور آج بھی سوچتا ہے کہ وہ چیز تھی کیا جو مجھے نہیں ملی۔ پھر بھی پاکستانی عورت مظلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ معاف کرے۔

افسانہ

# پیڑاں لے لو پیڑاں

## مبشرہ ناز

گلی سے آواز آ رہی تھی پیڑاں لے لو پیڑاں۔۔۔۔پیڑاں ویچنا، یہ کون تھا جو درد بیچ رہا تھا، سکھ بکتے ہوتے تو جھولی بھر کر خرید لیتی۔مگر دُکھ۔؟ میں حیران پریشان دروازے کی جانب بھاگی۔۔۔!سنو۔۔کوئی خریدار ملا۔۔۔؟ کون ہے، ہے کوئی جو تم سے درد خریدے گا۔۔۔؟ ہاں کوئی تو ہوگا۔اچھا ٹھیک ہے کوشش کر دیکھو۔عجیب شخص تھا۔۔۔اُس کے سر پر رکھے خالی چھابے میں بکنے والا درد آنکھوں کے راستے دکھا۔اُس کی درد بھری دیوانی آنکھیں خالی تھیں بالکل خالی گرمیوں کی دوپہر جیسی سنسان۔ایک لمحے کو میرا جی چاہا، میں اس کی آنکھوں کی بیٹھک میں موم بتی جلا کر کیک کاٹوں، شامِ غریباں سی اِن آنکھوں میں چراغاں کر دوں۔اُس سے سارے درد خرید لوں مگر میں نے گھبرا کر دروازہ بند کر دیا بے چین سا کر گیا تھا وہ شخص مجھے۔۔۔! شام کے قریب پھر آواز آئی۔اب کے آواز میں نقاہت تھی۔۔ جانے کہاں مارا مارا پھرتا رہا تھا۔ پیڑاں لے لو پیڑاں۔میں نے دیکھا سامنے والا دروازہ کھلا، ایک اماں جی نکلیں، ساری چھابڑی تول دے پُتر۔۔۔اماں جی نے جھٹ میں سارے درد خرید لئے۔۔۔وہ شخص مسکرایا خوشی خوشی سارے درد اماں جی کے حوالے کئے نقدی سمیٹی اور چل دیا مجھے اس محلے میں شفٹ ہوئے کچھ ہی روز ہوئے تھے میں اس عجیب پھیری والے اور اس سے بڑھ کر اس عجیب خریدار پر حیران تھی۔۔۔! آج پھر ایسا ہی ہوا وہ پھیری لگاتا ہوا آیا پیڑاں لے لو پیڑاں ،سامنے والا دروازہ کھلا ماں جی نے کچھ نقدی اور روٹی دے کر سارے درد خرید لیئے اب کہ مجھ سے رہا نہ گیا، ماں جی ماں جی۔۔۔اُن کے دروازہ بند کرنے سے پہلے میں جلدی سے ان کے پاس چلی آئی، سلام کیا۔۔۔وعلیکم السلام، انہوں نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا ان کے چہرے پر اتنا نُور تھا کہ نظر ٹھہرتی نہ تھی۔میری پلکیں خود بخود احترام میں جھکنے لگیں۔۔۔دِل پگھلنے لگا، مجھے لگا میں اپنے بس میں نہیں رہی۔میں نے جھکی جھکی نظروں سے پوچھا کون ہے یہ ماں جی۔۔۔؟ دُکھ بیچتا ہے کہاں سے لاتا ہے اتنے دُکھ۔۔؟ درد کا گاہک کون ہے۔۔۔؟ کوئی اور خریدار نہیں فقط آپ ہیں ماں جی کہنے لگیں کچھ روز پہلے تک۔۔۔میں بھی تُمہاری طرح روزانہ اس کی آواز سنتی، دروازہ کھول کر جھانکتی۔خالی چھابڑی دیکھتی۔۔۔دیوانہ، پگلا، کہتی اور دروازہ بند کر دیتی پھر ایک روز مجھے خیال آیا کیوں نہ میں اس سے بات کر کے دیکھوں میں نے اُسے آواز دی میرے بلانے پر وہ خوشی خوشی دوڑا چلا آیا کِنّیاں تول دِیاں ماں جی۔۔۔اس نے ماں جی کہا مُجھ سے رہا نہ گیا۔ساریاں پیڑاں تول دے پُتر۔۔۔میں سب خریدوں گی۔۔۔!اس کی آنکھوں میں دھمال ڈالتی وحشت تھم سی گئی اس کی پلکوں پر لوریاں گنگنانے لگیں چہرے کی تھکن یوں اتری شام گئے مسافر گھر آیا ہو جیسے بہت بچھڑا دریا تھا شاید جاں ہی چلی جاتی۔۔۔اتنے میں انور میرا پلو پکڑ کر غوں غوں کرنے لگا، میرا وہم تھا یا دیوانگی۔۔۔ایک لمحے کو لگا وہ لوٹ آیا۔۔شاید اُسے بھوک لگ رہی ہوگی۔میرا دِل ڈوبنے لگا جانے کہاں ہو گا میرا لعل میرا انور۔۔۔؟ ہاں ہاں۔۔۔سارے درد خریدوں گی۔۔۔لیا دے جا اَج ساریاں پیڑاں دے جا۔۔۔یوں میں دیوانی اُس دیوانے کی پکّی گاہک بن گئی کیوں نہ بنتی پہلے دن کی خریداری میرے گواچے گونگے پتر کو سالوں بعد گھر لے آئی۔میرا انور لوٹ آیا۔۔۔ناؤ کنارے سے آ لگی۔اُس سے خریدے درد، دوا بن گئے۔۔۔وہ مسکرائیں ان کے چہرے پر پھیلا نُور بتاتا تھا رَبّ کو ان کی یہ ادا پسند آ گئی تھی سودا منافع بخش تھا۔مُجھے بھی یہ کاروبار کرنا ہے مُجھے بھی درد خریدنے ہیں۔۔۔سوچا ہی تھا کہ ہر طرف سے صدا آنے لگی پیڑاں لے لو پیڑاں ، پیڑاں ویچنا۔

# پاکستان اسمبلی کے ممبران کی تنخواہ

بلوچستان اسمبلی ممبر کی تعداد= 65 تنخواہ= 125000

خیبر پختونخواہ اسمبلی ممبر کی تعداد= 145 تنخواہ= 150000

سندھ اسمبلی ممبر کی تعداد= 168 تنخواہ= 175000

پنجاب اسمبلی ممبر کی تعداد= 371 تنخواہ= 250000

قومی اسمبلی ممبر کی تعداد= 342 تنخواہ= 300000

سینٹ کی تعداد= 104 تنخواہ= 400000

125000×65=8125000×12= 97500000

150000×145=21750000×12= 261000000

175000×168=29400000×12= 352800000

250000×371=92750000×12= 1113000000

300000×342=102600000×12= 1231200000

400000×104=41600000×12= 499200000

میزان 554,700,0000

ہاؤس رینٹ گاڑی گھر کیبل اور ٹکٹ بیرون ملک دورے اور رہائش اس میں اسپیکر ڈپٹی اسپیکر وزراء وزیر اعلی گورنرز وزیر اعظم صدر کی تنخواہیں شامل نہیں ہیں۔۔۔مختلف اجلاسوں کے اخراجات اور بونس ملا کر سالانہ خرچ 85 ارب۔

# ساجد محمود رانا
## ایک اُبھرتا ہوا نوجوان شاعر

1976ء کو پاکستان کوئٹہ میں پیدا ہوئے آپکے والد رانا عبدالرشید صاحب پاک آرمی میں تھے اس لیے مختلف شہروں میں بسیرا کیا ابتدائی تعلیم سکھر سندھ سے حاصل کی 1987ء کو والد صاحب کی ریٹائرمینٹ کے بعد لاہور ٹاون شپ شفٹ ہو گئے اور لاہور ایک پرائیویٹ اسکول فیصل فاونڈیشن سے 1993ء میں میٹرک کیا آئی کام بی کام 1998 میں پنجاب کالج آف کامرس سے کیا اور 2000 میں پاکستان چھوڑ کر لندن تشریف لے آئے حال لندن نور ووڈ میں رہائش پزیر ہیں زندگی میں بے شمار اتار چڑھاو دیکھے حساس طبیعت نے دنیا کے مختلف رنگ دکھائے آپکے جوان بھائی راشد رانا جو آپکے ساتھ لندن میں رہائش پزیر تھے۔31 سال کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گئے جس کا صدمہ آپکو بہت دیر تک رہا ان کی جدائی نے دوبارہ زندگی کو رنگین نہیں ہونے دیا دوستی کے فریب دھوکے رشتوں کے بندھن پردیس کی دنیا نے زندگی کی اصل شکل سے آشنائی کروائی۔بچپن سے حساس طبیعت کے مالک تھے اور شاعری سے بے حد دلچسپی تھی میر غالب فیض احمد فیض اقبال اور ساگر صدیقی احمد فراز کو خوب پڑھا۔

آپ نے 1998 سے شعر کہنے کا آغاز کیا۔لیکن مشاعروں ادبی محفلوں سے گریز کرتے تھے آپکو اس چیز کا احساس بہت دیر بعد ہوا کہ آپ جو اشعار کہتے ہیں وہ کتنے جاندار ہیں لیکن شعر کہنے میں دلی تسکین محسوس کرتے تھے اور لطف لیتے تھے پھر فیس بک کا زمانہ شروع ہوا فیس بک پر اشعار لگانے سے دوست احباب نے احساس دلایا کہ ساجد محمود رانا خوبصورت غزل نظم نعت اور حمد لکھنے کا ہنر رکھتے ہیں شاعری پڑھنے والوں کی محبت نے مزید لکھنے پر مجبور کیا اور شاعری میں مزید نکھار پیدا ہوا اور اب تک آپکی دو کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں جو پاکستان اور انڈیا کے بک سینٹرز پر موجود ہیں کتابوں کے نام ’’صدیوں کا سفر‘‘ اور ’’ترے بغیر‘‘ ہیں دنوں کتابوں نے بے حد مقبولیت حاصل کی ترے بغیر کتاب کی بے حد مقبولیت کے بعد ترے بغیر کا دوسرا ایڈیشن 6 ماہ بعد دوبارہ مارکیٹ میں آیا ساجد محمود رانا پاکستان سعودیہ جرمنی ہالینڈ اٹلی فرانس ابوظبی ترقی میں مشاعرے لُوٹ چکے ہیں۔اس کے علاوہ مختلف ممالک سے دعوت نامے موصول ہوئے۔آپکی غزلیں پاکستان اور انڈیا کے مقبول ترین گلوکاروں نے گائیں اور لوگوں نے بے حد پسند کیں جن میں سب سے مشہور غزل حشر میں اب حساب کیا ہوگا ہے آپکی تمام غزلیں یوٹیوب پر موجود ہیں اور مختلف نعتیں بھی پاکستان کے مختلف نعت خواں نے پڑھیں۔ساجد محمود رانا عالمی اردو مجلس کے صدر ہیں جو پاکستان، انڈیا، کینیڈا، ابوظبی کویت، امریکہ اور برطانیہ میں اردو کی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔پاکستان اور مختلف ممالک میں مختلف فورم کے سیکریڑی ممبر بھی ہیں۔

***

## نعت - ساجد محمود رانا

اے شاہِ اُمم شان کے امکان برابر
لکھتا بھی کوئی کیسے مگر شان برابر
خواہش ہے بیاں کرتا رہوں آپؐ کی مدحت
ہو جائے زباں حضرتِ حسان برابر
سوجان کروں آپؐ کے میں نام پہ قرباں
سوجان مرے پاس ہو اک جان برابر
محشر ہی نہیں آپؐ کی الفت کی بدولت
ملتی ہے زمانے میں بھی پہچان برابر
اے کاش مجھے آئے جو اُس در پہ بُلاوا
ہوتے ہیں جہاں عامی و سلطان برابر
خوش بخت زمانے میں کہاں مجھ سا ہو کوئی
رُتبہ ہو اگر آپؐ کے دربان برابر
کرتا رہا ساجد میں خطاؤں پہ خطائیں
ہوتے رہے پر ان کے بھی احسان برابر

باغ میں جن کے کِھلے ان کو خبر ہی نہ ہوئی
ورنہ وہ پھول تھے ہم جن سے زمانہ مہکا
مجھ سے کیا پاؤ گے تم جھوٹی تسلی کے سوا
میں وہ دریا ہوں جو صحرا ہے بڑی مدت سے
دل کی باتیں نہ زباں تک کبھی لانا ساجد
شہر کا شہر تو بہرہ ہے بڑی مدت سے

سوچتا ہوں میں دیکھ کر دنیا
کیا یہاں میرا گھر نہیں ہوگا
میرا جینا بتا رہا ہے مجھے
میرا مرنا خبر نہیں ہوگا

اک نظر اور اس کی پاک نظر
یہ برا وقت ٹل بھی سکتا ہے
اس قدر انتظار کیوں ساجد
آدمی ہے بدل بھی سکتا ہے

ابھی کچھ اور درد ملنا ہے
ابھی تھوڑا قرار باقی ہے
پھر سے اک بار دل کو توڑ مرے
تجھ پہ کچھ اعتبار باقی ہے

ان کی نظر میں آج ہوا سب سے معتبر
جن کی نظر سے پہلے گرایا گیا ہوں میں
ممکن ہے اپنے آپ سے دوبارہ مل سکوں
کہتے ہیں لوگ دشت میں پایا گیا ہوں میں
اب ڈھونڈتے ہو کیا اُسے میرے وجود میں
مشکل میں تھا جو شخص وہ کل رات مر گیا
خوشیاں تمام اور کسی کا نصیب تھیں
ساجد میں غم خرید کے کل رات گھر گیا

پھر کوئی دوست بننے والا ہے
خواب میں سانپ دیکھتا ہوں میں
آدمی کا ہی دل نہیں بھرتا
زندگی بے وفا نہیں ہوتی

# اصل اِسلام کی تلاش

آپ میرے ساتھ مل کر اسلام کی ابتدائی صدیوں کا جائزہ لیں پھر آپ چاہیں تو مسلمان ہی رہیں اور چاہیں تو واپس شیعہ، سُنی، دیوبندی، بریلوی یا وہابی بن جائیں جو بہرحال اسلام نہیں اسلام سے ملتے جلتے الگ الگ مذاہب ہیں۔ میں یہ فرض کرتے ہوئے اپنی بات آگے بڑھاتا ہوں کہ آپ نے میری دعوت قبول کر لی ہے اور اس لمحے آپ صرف مسلمان ہیں....اب خود کو اُس دور میں موجود تصور کیجئے کہ حضرت محمد ﷺ کے وصال کو 80 سال گزر چکے ہیں۔ سب صحابہ کرام رض بھی وصال فرما گئے ہیں۔ البتہ وہ لوگ موجود ہیں جنھوں نے صحابہ کو دیکھا تھا۔ اس وقت نہ حضرت ابوحنیفہ پیدا ہوئے تھے نہ حضرت امام مالک نہ حضرت امام جعفر صادق اور نہ کوئی اور حضرت، فقہ لکھنے والا کوئی بھی اور امام پیدا نہ ہوا تھا۔ آپ ایک ایسے دور میں پہنچ گئے ہیں کہ حدیث کی ایک بھی کتاب موجود نہیں ہے۔ اور امام بخاری اور مسلم سمیت دیگر محدثین پیدا ہونے میں ابھی سوا سو سال سے زیادہ عرصہ درکار ہے۔ یہ تو بڑی مشکل صورتحال ہیا ب آپ کو سُنت کیسے پتہ چلے گی؟ فرائض کیسے پتہ چلیں گے؟ لوگ آخر کیسے مسلمان ہیں کہ ہمارے اماموں میں سے کوئی پیدا ہی نہیں ہوا جن کے کئے ہوئے کام کے بعد ہم آج شیعہ اور سُنی، حنبلی، اور شافعی وغیرہ پتہ کیا کچھ بنے۔ دیوبند اور بریلوی مدرسہ تو ابھی سوا ہزار سال بعد بنے گا لہٰذا آپ دیوبندی بریلوی بھی نہیں بن سکتے، وہابی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ وہابی فرقے کی شروعات میں ابھی سوا ہزار سال کا عرصہ ہے، اہلِ حدیث تو تب بنیں جب حدیث کی کوئی کتاب ہو۔

اگر میں آپ سے کہوں کہ فرقوں میں بٹ جانا شرک ہے تو شاید آپکو یقین نہ آئے کیونکہ آپکو علما نے کبھی سورہ روم کی آیت نمبر 31 اور 32 کے بارے میں تو نہیں بتایا ہوگا ان آیات میں اللہ کہتا ہے کہ ”اسی کی طرف رجوع کرتے رہو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو جاؤ، اُن مشرکوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو فرقوں میں بانٹ دیا اور گروہ در گروہ ہو گئے۔ ہر گروہ اسی پر مگن ہے جو اس کے پاس ہے“۔ کیا اس آیت کے اس کھلے حکم کے بعد بھی آپ دیوبندی، بریلوی، شیعہ، حنفی شافعی یا مالکی کہلوانا پسند کریں گے؟ آپ سب چاہتے ہین کہ قیامت کے دِن حضرت محمد ﷺ آپکی شفاعت کریں لیکن میں آپکو بتاتا چلوں کہ اللہ پاک سورہ انعام کی آیت 150 میں اپنے نبی کو کیا حکم دے رہے ہیں۔ ”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو فرقوں میں تقسیم کیا آپ ﷺ کا کسی چیز میں اسے کوئی تعلق نہیں“ کیا یہ آیت جان کر بھی آپ شیعہ، سُنی، دیوبندی، بریلوی وغیرہ بنا پسند کریں گے یا مسلمان ہونا چاہیں گے؟ جب اسلام آیا تو لوگ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے آپس میں نفرتیں تھیں لیکن اللہ کی رسی یعنی قرآن نے انہیں بھائی بنا دیا، سُنتِ نبوی نے انکے دِل جوڑ دیئے لیکن مسلمان پھر سے فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے دشمن اور جہنم سے قریب تر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سورہ آلِ عمران میں فرماتا ہے۔

”اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹ جانا“ کیا آپ اب بھی وہابی، اہلِ حدیث یا اہلِ قرآن جیسے کسی فرقے سے منسوب ہونا پسند کریں گیں یا مسلمان ہونا چاہتے ہیں؟ کیوں نہ ہم صحابہ کرام رض کے دور کے مسلمان بن جائیں جو قرآن کو اسلامی علم کا بنیادی ماخذ مانتے تھے۔ ان کے سامنے جب کوئی حدیث پیش کی جاتی تو وہ یہ دیکھتے کہ کہیں وہ حدیث قرآن سے تو نہیں ٹکراتی، اگر ایسا ہوتا تو وہ فوراً کہہ دیتے کہ پیارے نبی ﷺ ایسا نہیں فرما سکتے، یہ قرآن کے خلاف ہے۔ راوی سے سننے کی غلطی ہوئی ہوگی۔

اگر حدیث قرآن سے نہ ٹکراتی تو اسے سر آنکھوں پر رکھتے۔ کیوں نہ ہم سب اماموں کو اپنا لیں۔ سب کی عزت کریں اور جس امام کی بھی فقہ سے جو حکم آسانیاں پیدا کرے وہ لے لیں لیکن خود کو کسی بھی امام سے منسوب نہ کریں اور بس بغیر کسی فرقہ کے پہلے دور کے مُسلمان بن جائیں۔ کیوں نہ ہم عقل سے کام لینا شروع کر دیں کہ قُرآن عقل کے استعمال کا سات سو چھپن بار حکم دیتا ہے۔ میں آپ کو فرقوں سے نکل کر حضرت مُحمد ﷺ کے دین اور صحابہ کرام اور تمام آئمہ کرام رح کے اسلام میں آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میری بات پسند جائے تو کوشش ضرور کرنا ویسا ہی بننے کی۔

***

## حمد ۔ مبشر شہزاد۔ گلاسگو

کس کے اوسان پہ ظاہر نہیں قدرت تیری
کیا بیاں ہو کسی لاچار سے عظمت تیری
نعمتیں سب کو عطا کی ہیں برابر تو نے
سو ہر اک فرد پہ لازم ہے اطاعت تیری
تو ہی رازق تو ہی خالق تو ہی سب کا معبود
خلق کرتی ہے صبح و شام عبادت تیری
ہر طرف یوں تو ہیں بس تیرے ہی جلوے لیکن
کب کسی آنکھ پہ روشن ہے حقیقت تیری
ہیچ ہیں تیرے تقابل میں جہاں کے لشکر
اور ہر شاہ سے بڑھ کر ہے حکومت تیری
اپنی بخشش سے مبشر ہو کوئی کیوں مایوس
در گزر کرنا خطاؤں کا ہے عادت تیری

# سعودی عرب کا محدود حج کا اعلان، تاریخ میں حج کب کب منسوخ ہوا؟

ہم سب سعودی عرب کی حکومت نے رواں برس کورونا وائرس کے پیش نظر حج کے شرکاء کی تعداد محدود رکھنے اور صرف سلطنت میں مقیم افراد کو حج کرنے کی اجازت دینے کا اعلان کیا ہے۔سعودی خبر رساں ادارے ایس پی اے کے مطابق 22 جون کی شب سعودی وزارت حج وعمرہ کی جانب سے جاری کردہ بیان میں کہا گیا ہے کہ دُنیا کے 180 سے زائد ممالک میں کورونا وائرس کی وبا کے پھیلاؤ کے پیش نظر محدود تعداد میں سلطنت میں مقیم مختلف ممالک کے شہریوں کو حج کا موقع دیا جائے گا‘ جبکہ سعودی عرب کی وزارت خارجہ کی جانب سے ٹوئٹر پر بھی سعودی وزارت حج وعمرہ کے اس فیصلے کے متعلق آگاہ کیا گیا۔سعودی وزارت حج وعمرہ نے بیان میں مزید کہا کہ ’کورونا وائرس کے باعث دنیا بھر میں پانچ لاکھ کے قریب اموات ہو چکی ہیں اور 70 لاکھ سے زائد افراد اس وائرس سے متاثر ہیں۔کورونا کی وبا اور روزانہ عالمی سطح پر اس وائرس کے متاثرین کی تعداد میں اضافے کے پیش نظر یہ طے کیا گیا ہے کہ رواں برس 1441 ھ کے حج میں سعودی سلطنت میں مقیم مختلف ممالک کے عازمین کو محدود تعداد میں شریک کیا جائے گا سعودی وزارت حج وعمرہ کے بیان میں مزید کہا گیا کہ ’یہ فیصلہ اس بنیاد پر کیا گیا ہے کہ حج محفوظ اور صحت مند ماحول میں ہو۔کورونا سے بچاؤ کے تقاضے پورے کیے جائیں، عازمین حج کی حفاظت اور سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے سماجی فاصلہ برقرار رکھا جا سکے اور انسانی جان کے تحفظ سے متعلق اسلامی شریعت کے مقاصد پورے کیے جا سکیں‘۔یاد رہے کہ کووڈ 19 کا پھیلاؤ روکنے کے لیے سعودی حکومت نے اس سے قبل اپنے مقدس مقامات پر عمرے کی ادائیگی بھی معطل کر دی تھی۔واضح رہے کہ سعودی عرب میں کورونا وائرس کے باعث 1300 سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ متاثرین کی تعداد ایک لاکھ 61 ہزار سے زائد ہے۔سعودی حکومت نے کورونا کے باعث لاک ڈاؤن بھی 22 جون سے ختم کر دیا ہے جس کے بعد معمولات زندگی بحال ہو گئے ہیں۔اب جب کہ سعودی عرب نے کورونا وائرس کے پیش نظر رواں برس حج کو محدود کرتے ہوئے صرف ملک میں مقیم غیر ملکیوں کو حج کرنے کی اجازت دی ہے وہیں کیا آپ جانتے ہیں کہ اس سے قبل حج کب کب اور کتنی مرتبہ منسوخ کیا گیا ہے؟ ماضی میں حج کب کب منسوخ ہوا؟ تاریخ میں پہلی مرتبہ حج 629 عیسوی (چھ ہجری) کو پیغمبرِ اسلام کی قیادت میں ادا کیا گیا تھا۔اس کے بعد یہ فریضہ ہر سال ادا ہوتا رہا۔اگرچہ مسلمان سوچ بھی نہیں سکتے کہ کسی سال حج نہیں ہو سکے گا۔لیکن اس کے باوجود تاریخ میں تقریباً 40 مواقع ایسے ہیں جن میں حج ادا نہ ہو سکا اور کئی بار خانہ کعبہ حاجیوں کے لیے بند رہا۔اس کی کئی وجوہات تھیں جن میں بیت اللہ پر حملے سے لے کر سیاسی جھگڑے، وبا، سیلاب، چور اور ڈاکوؤں کے حاجیوں کے قافلے لوٹنا اور موسم کی انتہائی لہر شامل ہیں۔ایسے مشہور واقعات کہ جب حج ادا نہ ہو سکا

### 865 عیسوی۔السفاک کا حملہ

سنہ 865 میں اسماعیل بن یوسف نے، جنھیں السفاک کے نام سے جانا جاتا ہے، بغداد میں قائم عباسی سلطنت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور مکہ میں عرفات کے پہاڑ پر حملہ کیا۔ان کی فوج کے اس حملے میں وہاں موجود حج کے لیے آنے والے ہزاروں زائرین ہلاک ہوئے۔اس حملے کی وجہ سے اس سال حج نہ ہو سکا۔

### 930 عیسوی۔قرامطہ کا حملہ

اس حملے کو سعودی شہر مکہ پر سب سے شدید حملوں میں سے ایک جانا جاتا ہے۔سنہ 930 میں قرامطہ فرقے کے سربراہ ابو طاہر الجنابی نے مکہ پر ایک بھرپور حملہ کیا جس دوران اتنی لوٹ مار اور قتل و غارت ہوئی کہ کئی سال تک حج نہ ہو سکا۔سعودی عرب میں قائم شاہ عبدالعزیز فاؤنڈیشن فار ریسرچ اینڈ آرکائیوز میں چھپنے والی ایک رپورٹ میں اسلامی تاریخ دان اور احادیث کے ماہر الذہبی کی کتاب ’اسلام کی تاریخ‘ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ 316 ہجری کے واقعات کی وجہ سے کسی نے قرامطہ کے خوف کے باعث اس سال حج ادا نہیں کیا‘ قرامطہ اس وقت کی اسلامی ریاست کو نہیں مانتے تھے اور اسی

طرح وہ ریاست کے تحت مانے جانے والے اسلام کے بھی منحرف تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ حج پر ادا کیے جانے والے فرائض اسلام سے پہلے کے ہیں اور اس طرح وہ بت شکنی کے زمرے میں آتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز فاؤنڈیشن کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ابوطاہر خانہ کعبہ کے دروازے پر آٹھ ذی الحج کو تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور اپنے سامنے اپنے جنگجوؤں کے ہاتھوں زائرین کا قتلِ عام کرواتے اور دیکھتے رہے۔ رپورٹ کے مطابق وہ کہتے رہے کہ 'عبادت کرنے والوں کو ختم کر دو، کعبہ کا غلاف پھاڑ دو اور حجرِ اسود اُکھاڑ دو' اس دوران کعبہ میں 30 ہزار حاجیوں کا قتلِ عام ہوا اور انھیں بغیر کسی جنازے، غسل اور کفن کے دفنا دیا گیا۔ مورخین کے مطابق حملہ آوروں نے لوگوں کو قتل کرنے کے بعد کئی ایک کی لاشیں زم زم کے کنویں میں بھی پھینکیں تا کہ اس کے پانی کو گندہ کیا جا سکے۔ اس کے بعد وہ حجرِ اسود کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ اس وقت کے سعودی عرب کے مشرقی صوبے البحرین لے گئے جہاں یہ ابوطاہر کے پاس اس کے شہر الاحسا میں کئی سال رہا۔ بالآخر ایک بھاری تاوان کے بعد اسے واپس خانہ کعبہ میں لایا گیا۔

983: عیسوی عباسی اور فاطمی خلافتوں میں جھگڑے حج صرف لڑائیوں اور جنگوں کی وجہ سے منسوخ نہیں ہوا بلکہ یہ کئی سال سیاست کی نظر بھی ہوا۔ سنہ 983 عیسوی میں عراق کی عباسی اور مصر کی فاطمی خلافتوں کے سربراہان کے درمیان سیاسی کشمکش رہی اور مسلمانوں کو اس دوران حج کے لیے سفر کرنے نہ دیا گیا۔ اس کے بعد حج 991 میں ادا کیا گیا۔

## کسوہ پر حملہ

* - سنہ 1344 ہجری میں خانہ کعبہ کے غلاف، کسوہ کو مصر سے سعودی عرب لے کر جانے والے قافلے پر حملہ ہوا جس کی وجہ سے مصر کا کوئی حاجی بھی خانہ کعبہ نہ جا سکا۔ یہ عیسوی کے حوالے سے 1925ء کا سال بنتا تھا۔ تاہم یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب سے سعودی عرب وجود میں آیا ہے، یعنی 1932ء سے لے کر اب تک، خانہ کعبہ میں حج کبھی نہیں رُکا۔

## بیماریوں اور وباؤں کی وجہ سے حج منسوخ

* - شاہ عبدالعزیز فاؤنڈیشن کی رپورٹ کے مطابق 357 ہجری میں ایک اور بڑے واقعہ کی وجہ سے لوگ حج نہ کر سکے اور یہ واقعہ دراصل ایک بیماری تھا۔ رپورٹ میں ابنِ خطیر کی کتاب 'آغاز اور اختتام' کا حوالہ دے کر لکھا گیا ہے کہ الماشری نامی بیماری کی وجہ سے مکہ میں بڑی تعداد میں اموات ہوئیں بہت سے زائرین راستے میں ہی ہلاک ہوئے اور جو لوگ مکہ پہنچے بھی تو وہ حج کی تاریخ کے بعد ہی وہاں پہنچ سکے۔

* - سنہ 1831ء میں انڈیا سے شروع ہونے والی ایک وبا نے مکہ میں تقریباً تین چوتھائی زائرین کو ہلاک کر دیا۔ یہ لوگ کئی ماہ کا خطرناک سفر کر کے حج کے لیے مکہ آئے تھے۔

* - اسی طرح 1837ء سے لے کر 1858ء میں دو دہائیوں میں تین مرتبہ حج کو منسوخ کیا گیا جس کی وجہ سے زائرین مکہ کی جانب سفر نہ کر سکے۔

* - سنہ 1846ء میں مکہ میں ہیضے کی وبا سے تقریباً 15 ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ یہ وبا مکہ میں سنہ 1850 تک پھیلتی رہی لیکن اس کے بعد بھی کبھی کبھار اس سے اموات ہوتی رہیں۔ اکثر تحقیق کاروں کے مطابق یہ وبا انڈیا سے زائرین کے ذریعے آئی تھی جس نے نہ صرف ان کو بلکہ مکہ میں دوسرے ممالک سے آنے والے بہت سے دیگر زائرین کو بھی متاثر کیا تھا۔ مصری زائرین جوک در جوک بحرہ احمر کے ساحلوں کی طرف بھاگے جہاں انھیں قرنطینہ میں رکھا گیا۔ یہ وبا بعد میں نیو یارک تک پھیلی۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ سلطتِ عثمانیہ کے دور میں ہیضے کی وبا کے خاتمے کے لیے قرنطینہ پر خصوصاً زور دیا گیا تھا۔

## رہزنی کا خوف اور حج کے بڑھتے ہوئے اخراجات

* - سنہ 390 ہجری (1000 عیسوی کے قریب) میں مصر بڑھتی ہوئی مہنگائی اور حج کے سفر کے اخراجات میں بے پناہ اضافے کی وجہ سے لوگ حج پر نہ جا سکے اور اسی طرح 430 ہجری میں عراق اور خراساں سے لے کر شام اور مصر کے لوگ حج پر نہ جا سکے۔

* - شاہ عبدالعزیز فاؤنڈیشن کی رپورٹ کے مطابق 492 ہجری میں اسلامی دنیا میں آپس میں جنگوں کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا جس سے فریضہ حج متاثر ہوا۔

* - 654 ہجری سے لے کر 658 ہجری تک حجاز کے علاوہ کسی اور ملک سے حاجی مکہ نہیں پہنچے۔

* - 1213 ہجری میں فرانسیسی انقلاب کے دوران حج کے قافلوں کو تحفظ اور سلامتی کے باعث روک دیا گیا۔ جب کڑاکے کی سردی نے حج روک دیا۔

* - سنہ 417 ہجری کو عراق میں شدید سردی اور سیلابوں کی وجہ سے زائرین مکہ کا سفر نہ کر سکے۔ اس طرح شدید سرد موسم کی وجہ سے حج کو منسوخ کرنا پڑا تھا۔

***

# نسخہ

افسانہ

تحریر۔مبشرہ ناز

بسوں کے اڈے پر بنے چائے کے ڈھابے میں بیٹھے اس نابینا شخص کو میں اکثر دیکھا کرتا۔ چادر کی بکل مارے اللہ اللہ کرتا وہ شخص نہ جانے کیوں مجھے بہت عجیب لگتا۔ عجیب ایسا کہ دل اُس کی طرف کھنچتا۔ میرا جی چاہتا کہ اس سے بات کروں مگر جلدی کے سبب بات ہو نہ پاتی۔ اس روز اتفاق سے میری بس نکل گئی اگلی گاڑی آنے میں کافی وقت تھا میں اُس شخص کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ کیا حال ہے بابا جی۔؟

شکر ہے اللہ کا لاکھ لاکھ...پتر تو سنا آج کیا بات ہے ادھر کیوں بیٹھا ہے لگتا ہے گاڑی چھوٹ گئی ہاں بابا جی دفتر میں کام زیادہ تھا، گھر جانے کیلئے نکلا تھا کہ یہ مصیبت آن پڑی، اب تین گھنٹے گرمی میں یہاں پڑا اسڑتا رہوں گا۔ میرے لہجے میں تھکن بھری تھی، پر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں روزانہ یہاں سے گزرتا ہوں۔تو میرے بارے میں سوچ سکتا ہے تو میں کیوں نہیں پتر؟ دیکھ نہیں سکتا تو کیا ہوا محسوس تو کرسکتا ہوں۔تو روزانہ پاس سے گزرتا ہے آج تیری خوشبو ٹھہر گئی۔ بس پہچان لیا میں نے...! ارے پتر دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اور پھر خوشبو تو خود بخود راستہ بنالیا کرتی ہے۔ اتنے میں ایک بچہ آیا بابا جی دو چار پائیاں بنی ہیں کل آ کر بُن دیں ٹھیک ہے پتر کل مجھے آ کر لے جانا۔ شکر ہے رب سوہنے کا دیکھ زرا اس نے کل کی روٹی کا آج ہی بندوبست کر دیا کتنا پیار کرتا ہے وہ اپنے بندے سے۔

میں حیران رہ گیا نابینا ہونے کہ باوجود وہ محنت مزدوری کر کے پیٹ پال رہے تھے۔ ارے تُو حیران کیوں ہوتا ہے ساری عمر یہ کام کیا ہے آنکھیں اندھی ہیں پتر، پر ہاتھ دیکھ سکتے ہیں۔ ان کو محنت کی عادت ہے یہ منجی پرداون یوں بُنتے ہیں جیسے سلائیوں پر اون۔ بابا جی کے نمونے تو ایسے ہوتے ہیں جیسے دلہن کے ہاتھ پر مہندی پاس بیٹھے شخص نے گواہی دی۔ جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے اللہ بھلا کرے اردگرد والوں کا۔ سب کو کہہ رکھا ہے جسے چار پائیاں بنوانی ہوتی ہیں آ کر لے جاتا ہے۔ روٹی کا بندوبست ہو جاتا ہے میں اور میری گھر والی ہی تو ہیں زیادہ کی چاہ ہی نہیں پتر۔ یہ کہہ کر بابا جی نے ٹفن کھولا دو روٹیاں صاف ستھرے دسترخوان میں لپٹی تھیں تھوڑے سے اچار اور پیاز کے ساتھ" لے آ جا کھا لے"،نہیں بابا جی آپ کھائیں۔

تکلفاً نہ کرنے کہ باوجود جانے کیوں میرا دل روٹی کھانے کو مچل گیا ارے آ جا پُتر تکلف کیوں کرتا ہے مجھے ویسے بھی اتنی بھوک نہیں ہے جھلی نے صبح زبردستی رات کے سالن کے ساتھ روٹی کھلا کر بھیجی تھی۔ سالن میری پسند کا تھا نا۔ گھر والی کا نام آتے ہی اُن کے لہجے میں مسکراہٹ کی آمیزش محسوس ہوئی۔ میرے اردگرد محبت کی خوشبو پھیل گئی۔ کسی پرانے کمرے میں اگربتی کی خوشبو رچی ہو جیسے۔ وہ میرا خوشبودار مسکراہٹ سے پہلا تعارف تھا۔ رفاقتیں محبتیں ہنڈا کر ایسی ہی خوشبودار ہو جاتی ہیں شاید۔

اچانک موسم بدلا اور ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی، میں نے بابا جی کی مسکراہٹ اور خوشبودار لہجے کا لطف اُٹھاتے ہوئے پوچھا اچھا کیا پکا تھا بابا جی...؟۔ ارے پتر آلو کی بھجیا تھی بہت ہی لذیذ۔ سبز دھنیئے اور ہری مرچ میں لپٹی خوشبو سے بھری۔ آلو کی بھجیا کا سن کر آنکھوں کے سامنے آتے قورمے کڑاہی میری طرف دیکھ کر کھسیانی ہنسی ہنسے۔ بڑی زرخیز ہے میرے وطن کی مٹی۔ پُتر بڑی قدر کرنی چاہیئے اس مٹی کی، رحم میں بچے کی طرح پالتی ہے یہ فصل کو۔ دھرتی یونہی تو ماں نہیں کہلاتی۔ بارش کی چند بوندوں کے بعد مٹی سے اُٹھتی خوشبو اپنی وفا کی گواہی دے رہی تھی میرا دل بے اختیار عطر دار بارشوں کی اس سرزمین کے لیئے محبت سے بھر گیا ایسی محبت پہلی بار محسوس ہوئی تھی مجھے۔ آنکھیں قدموں سے لپٹ گئیں، پہلی بار نظر اپنے تخت سے اتر کر محبوب کے قدموں سے جا لپٹی تھی پہلی بار نظر واری جانے کو بے تاب ہوئی تھی۔

میرے اندر کوئی اور آن بسا تھا شاید بابا جی کے اثرار پر روٹی کا نوالہ چکھا منہ میں جیسے ملائی گھل گئی اتنی خستہ اور لذیذ روٹی میں نے کبھی نہیں کھائی تھی۔ روٹی کھا کر بابا جی نے شکر ادا کیا ان کی نابینا آنکھوں میں پانی جھلملا رہا تھا بے نور آنکھوں میں اتنا نور کبھی نہیں دیکھا تھا میں نے۔۔! سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہم اتنے نا آسودہ کیوں ہیں آج مجھے میرے اس سوال کا جواب مل گیا تھا۔ ناشکری گدھ کی طرح نوچ نوچ کر ہمارے سکھ کھا جاتی ہے۔ بابا جی دیکھ نہیں سکتے تھے مگر اُن کا دل بینا تھا۔ اور میں آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھا بس آ گئی تھی...! چند گھنٹوں کی ملاقات احساسِ زیاں کا کاری واری لگا گئی ملال کے کہر میں لپٹے دل کی مٹھی میں تھوڑی سی بینائی رکھی تھی۔ میں نے کس کر مٹھی بند کر لی اور بابا جی کو خدا حافظ کہہ کر چل دیا....!

# جستہ جستہ

عطاءالقادر طاہر

## عدلِ ریاست مدینہ

پچھلے سال ایک خبر آئی جس کے مطابق لاہور کی ایک مقامی عدالت نے ایک پان فروش کی اپیل پر چھ سال بعد فیصلہ سناتے ہوئے اسے جیل سے رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ پان فروش کو 2013ء میں رمضان کے اوقات کے دوران کھوکھا کھولنے کی پاداش میں مجسٹریٹ نے پانچ دن کیلئے جیل کی سزا سنا کر اسے جیل بھیج دیا تھا۔ پانچ روز کی جیل کی سزا پر ملزم نے اپیل کی جس کی باری پورے چھ سال بعد آئی۔ اپیل کی سماعت کے دوران سیشن جج نے عدلیہ کی غلطی تسلیم کرتے ہوئے ملزم سے معافی مانگی اور کہا کہ اسے غلط سزا دی گئی اور پھر چھ سال تک اسے جیل میں رکھ کر اس کی اپیل نہ سن کر ایک اور بڑا جرم سرزد ہوا جس پر عدلیہ معافی مانگتی ہے۔اس پان فروش کی زندگی کے چھ قیمتی برس جیل میں ضائع کرنے پر نہ تو ن لیگ والوں کی جمہوریت خطرے میں پڑی، نہ ہی ملاؤں کا ایمان خطرے میں پڑا، نہ ہی لبرلوں کے ہیومن رائٹس کے کیڑے میں کوئی ہلچل ہوئی اور نہ ہی عدلیہ کے وقار کو ٹھیس پہنچی۔ دوسری طرف میر شکیل الرحمان کو اربوں کی کرپشن پر نیب نے حراست میں لے رکھا ہے اور اب تک شہباز شریف سے لے کر بلاول، سراج الحق، فضل الرحمان اور اچکزئی تک، مفتی منیب سے لے کر تقی عثمانی تک، بریلیوں سے لے کر شیعوں تک، ہر طبقے کے قائدین کا ہر روز کوئی نہ کوئی بیان سامنے آجاتا ہے جس میں میر شکیل الرحمان کی رہائی کا مطالبہ کیا ہوتا ہے۔جس قوم کی سیاسی اور مذہبی قیادت ایسی ہو، وہاں ایک کھوکھے والے کو ناجائز پانچ دن کیلئے جیل بھیج کر چھ سال تک جیل میں سڑنا ہی پڑے گا!!! بقلم خود بابا کوڈا۔

شیر اور شارک دونوں پیشہ ور شکاری ہیں لیکن شیر سمندر میں شکار نہیں کر سکتا اور شارک خشکی پر شکار نہیں کر سکتی۔ شیر کو سمندر میں شکار نہ کر پانے کیوجہ سے ناکارہ نہیں کہا جا سکتا اور شارک کو جنگل میں شکار نہ کر پانے کیوجہ سے ناکارہ نہیں کہا جا سکتا۔ دونوں کی اپنی اپنی حدود ہیں جہاں وہ بہترین ہیں۔ اگر گلاب کی خوشبو ٹماٹر سے اچھی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے کھانا تیار کرنے میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایک کا موازنہ دوسرے کے ساتھ نہ کریں۔ آپ کی اپنی ایک طاقت ہے اسے تلاش کریں اور اس کے مطابق خود کو تیار کریں۔ کبھی خود کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں بلکہ ہمیشہ خود سے اچھی اُمیدیں وابستہ رکھیں۔ یاد رکھیں ٹوٹا ہوا رنگین قلم بھی رنگ بھرنے کے قابل ہوتا ہے۔ اپنے اختتام تک پہنچنے سے پہلے خود کو بہتر کاموں کے استعمال میں لے آئیں۔ وقت کا بدترین استعمال اسے خود کا دوسروں کے ساتھ موازنہ کرنے میں ضائع کرنا ہے مویشی گھاس کھانے سے موٹے تازے ہو جاتے ہیں جبکہ یہی گھاس اگر درندے کھانے لگ جائیں تو وہ اسکی وجہ سے مر سکتے ہیں۔ کبھی بھی اپنا موازنہ دوسروں کے ساتھ نہ کریں اپنی دوڑ اپنی رفتار سے مکمل کریں۔ جو طریقہ کسی اور کی کامیابی کی وجہ بنا، ضروری نہیں کہ آپ کیلئے بھی سازگار ہو۔ خُدا کے عطاء کردہ تحفوں نعمتوں اور صلاحیتوں پر نظر رکھیں اور اُن تحفوں سے حسد کرنے سے باز رہیں جو خُدا نے دوسروں کو دیے ہیں* خوش رہیں سلامت رہیں۔

## گناہوں سے بچو

اللہ تعالی ہم پر اپنی عنایات اور کرم فرما دے اور ہمیں ایمان صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ پرندے جب کھاتے ہیں انکا سر جھک جاتا ہے اور جب پانی پیتے ہیں تو انکی نگاہ آسمان پر اٹھ جاتی ہے، یہ عاجزی اور شکرگزاری کی خوبصورت مثال ہے۔ اللہ ہمیں عاجزی و شکرگذاری عطا فرمائیں۔ آگ کی تاثیر تپش، برف کی ٹھنڈک۔ اور گناہوں کی تاثیر پریشانیاں ہیں۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان گناہ کرے اور اسکی زندگی میں پریشانیاں نہ آئیں۔ پروردگار ہم سب کو ہدایت کاملہ سے نوازے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

## خدا سے خدا کو مانگو

ایک ریاست کے بادشاہ نے یہ اعلان کروا دیا کہ کل صبح جب میرے محل کا مرکزی دروازہ کھولا جائے گا تب جس شخص نے بھی محل میں جس چیز کو ہاتھ لگا دیا وہ چیز اس کی ہو جائے گی. اس اعلان کو سن کر سب لوگ آپس میں بات چیت کرنے لگے کہ میں تو سب سے قیمتی چیز کو ہاتھ لگاؤں گا. کچھ لوگ کہنے لگے میں تو سونے کو ہاتھ لگاؤں گا، کچھ لوگ چاندی کو تو کچھ لوگ قیمتی زیورات کو، کچھ لوگ گھوڑوں کو تو کچھ لوگ ہاتھی، کچھ لوگ دودھ دینے والی گائے کو ہاتھ لگانے کی بات کر رہے تھے. جب صبح محل کا مرکزی دروازہ کھلا اور سب لوگ اپنی اپنی من پسند چیزوں کے لئے دوڑے. سب کو اس بات کی

جلدی تھی کہ پہلے میں اپنی من پسند چیزوں کو ہاتھ لگا دوں تا کہ وہ چیز ہمیشہ کے لئے میری ہو جائے۔ بادشاہ اپنی جگہ پر بیٹھا سب کو دیکھ رہا تھا اور اپنے آس پاس ہو رہی بھاگ دوڑ کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اسی وقت اس بھیڑ میں سے ایک شخص بادشاہ کی طرف بڑھنے لگا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچ کر اس نے بادشاہ کو چھولیا۔ بادشاہ کو ہاتھ لگاتے ہی بادشاہ اس کا ہو گیا اور بادشاہ کی ہر چیز بھی اس کی ہوگئی۔ جس طرح بادشاہ نے ان لوگوں کو موقع دیا اور ان لوگوں نے غلطیاں کی ٹھیک اسی طرح ساری دنیا کا مالک بھی ہم سب کو ہر روز موقع دیتا ہے، لیکن افسوس ہم لوگ بھی ہر روز غلطیاں کرتے ہیں۔ ہم اللہ کو حاصل کرنے کی بجائے اللہ کی بنائی ہوئی دنیا کی چیزوں کی آرزو کرتے ہیں۔ لیکن کبھی بھی ہم لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ کیوں نہ دنیا کے بنانے والے مالک کو پالیا جائے۔ اگر مالک ہمارا ہو گیا تو اس کی بنائی ہوئی ہر چیز بھی ہماری ہو جائیں گی۔''

## چیخنے میں دیر

ایک پہاڑی سلسلے کے اوپر رن وے بنا ہوا تھا۔ ایک طیارہ مسافروں سے بھر چکا تھا۔ ابھی تک پائلٹ نہیں آیا تھا۔ کہ اچانک مسافروں نے دیکھا کہ دو افراد ہاتھوں میں سفید چھڑی لئے آنکھوں پر سیاہ چشمے پہنے آئے۔ اور کاک پٹ میں چلے گئے۔ مسافروں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ پائلٹ تو دونوں نابینا ہیں۔ سپیکر پر آواز آئی کہ میں پائلٹ فلاں صاحب جہاز کا کیپٹن بول رہا ہوں اور میرے ساتھ فلاں صاحب میرے معاون پائلٹ ہیں۔ یہ درست ہے کہ ہم دونوں نابینا ہیں۔ لیکن جہاز کے جدید آلات اور ہمارے وسیع تجربے کو دیکھتے ہوئے فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم با آسانی جہاز چلا لیتے ہیں۔ بے شمار پروازیں کر چکے ہیں۔ مسافروں میں بے چینی کچھ کم ہوئی لیکن ان کی تشویش کم نہ ہوئی۔ خیر انجن سٹارٹ ہوا۔ جہاز نے رن وے پر دوڑنا شروع کیا۔ دونوں اطراف میں کھائیاں تھیں۔ مسافر سانس روک کر بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاز دوڑتا گیا۔ سامنے بھی کھائی تھی۔ لیکن جہاز دوڑ رہا تھا۔ کھائی کے بالکل قریب جا کر مسافروں کی چیخیں نکل گئیں کہ جہاز نے فلائنگ گیئر لگایا اور ہوا میں بلند ہو گیا۔ مائک کھلا رہ گیا تھا۔ معاون پائلٹ کی آواز آئی۔ پائلٹ سے کہہ رہا تھا'' استاد جی کسی دن مسافروں کو چیخنے میں دیر ہو گئی تو پھر کیا بنے گا؟

## عامر سُہیل

۱۔ زیست میں کامیابی کی قدم بوسی کیلئے جوش، ولولے اور مصمم ارادے کے ساتھ ساتھ خود کو خلوصِ نیت سے بھی منسوب کرنا پڑتا ہے اور اس کامیابی کیلئے گاہے گاہے گردراہ آنے والی مشکلات پر صبر اور حوصلے کا دامن مضبوطی سے پکڑنا پڑتا ہے، ورنہ حوصلے پست ہوئے نہیں اور ہم قعرِ گمنامی میں دھڑام سے گرے نہیں۔

۲۔ اس منزل تک رسائی حاصل کرنے والوں کیلئے یاس و ناامیدی ایک مانع اور حرفِ غلط کی مثل ہے جو انسان کو دل برد بنا دیتی ہے اور اسے مات کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

۳۔ جو بزدلی یا چمک دمک کے حسین دام میں پھنس گیا سمجھو وہ پھر شکست سے ہمکنار ہوا اور اس کیلئے متاع کے آگے دنیا کی ہر شے ہیچ ٹھہری پھر چاہے جذبہ ہو کامیابی ہو یا کوئی اور احساس۔

۴۔ صرف باتوں سے آسمان میں تھگلی لگانے سے کامیابی کے خواب دیکھنا دلِ خوش کُن خیال کے سوا کچھ بھی نہیں کہ اس ڈگر پہ چل کر آج تک کوئی کامیاب نہیں ہوا۔

۵۔ اُسوہ مردانہ بھی یہی ہے کہ اپنے قوتِ بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے انسان کسی نہ کسی کام میں جُٹا رہے اور محنت کو اپنا شعار بناتے ہوئے ترقی کی منازل طے کرتا جائے۔

***

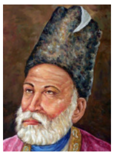

اسد اللہ خاں غالب

ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
دیکھئے پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ "یہ سال اچھا ہے"
ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے
خضر سلطاں کو رکھے خالقِ اکبر سر سبز
شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے
ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ! یہ خیال اچھا ہے

# نیت کا اجر

رجل خوشاب

بادشاہ کے محل میں صفائی کرتے جب ایک بھنگی کی نظر ملکہ پہ پڑی تو وہ پہلی نظر میں اس پہ فدا ہو گیا۔لیکن اپنی حیثیت اور ملکہ کی حیثیت میں فرق دیکھا تو سر جھکائے وہاں سے چلا گیا۔ پر دل تھا جو ایک ملاقات کی حسرت میں تڑپتا رہا۔عشق کی بیماری نے جسمانی بیماری کا روپ لیا اور وہ بستر پہ پڑ گیا۔بھنگی کی بیوی بھی اس ساری حالت سے واقف تھی۔بھنگی کی خراب حالت کی بنا پر اسکی بیوی اسکی جگہ کام پہ لگ گئی۔کئی دن تک جب بھنگی ملکہ کو وہاں نظر نہ آیا تو اس نے اسکی بیوی سے دریافت کیا،بھنگی کی بیوی یہ سوچ کر گھبرا گئی کہ ملکہ کو اصل بات بتا دی تو نا جانے کیا حال ہو ہمارا۔لیکن ملکہ نے اسکی گھبراہٹ جانچ کر اسے اعتماد میں لیا اور حقیقت پوچھی۔بھنگی کی بیوی نے وہ ساری صورت حال ملکہ کے گوش گزار کر دی۔تب ملکہ نے اسے کہا کہ اس سے ملاقات کا یہی ایک رستہ ہے،تم اپنے شوہر سے جا کے کہہ دو کل وہ شہر سے باہر کسی رستے پہ بیٹھ جائے اور بس اللہ اللہ کرتا رہے،نہ تو کسی سے بات کرے اور نہ ہی کسی کا دیا کوئی تحفہ قبول کرے۔ایسا کرنے سے جب اسکے چرچے بادشاہ تک پہنچیں گے تو ملاقات کے رستے بھی کھل جائیں گے۔ملکہ کا پیغام سنتے ہی بھنگی کی جان میں جان آئی اور وہ گداؤں کا بھیس بدل کے ایک رستے پہ جا کے بیٹھ گیا اور اللہ اللہ کا ورد شروع کر دیا۔آنے جانے والے اس متاثر ہوتے اور نذرانے ساتھ لاتے لیکن وہ نہ سر اُٹھا کے کسی کو دیکھتا نہ ہی کسی چیز کو ہاتھ لگاتا۔کرتے کرتے خبر بادشاہ تک پہنچی اور اس نے وزیر کو بھیجا کہ دریافت کرو کہ کون ہے وہ اور اسکی سچائی کس حد تک ہے۔وزیر نے واپس جا کر بادشاہ سے اسکی بہت تعریف کی،بادشاہ فیض پانے کی غرض سے خود چل کر اسکے پاس گیا۔جب ہر طرف اُسکے چرچے ہونے لگے تو ملکہ نے بادشاہ سے اس نیک انسان کی زیارت کی خواہش ظاہر کی۔بادشاہ نے اجازت دی۔اسی اثنا میں جب بھنگی کو اس بات کا احساس ہوا کہ اب تک وہ دل سے نہیں صرف ایک دنیاوی مقصد کے تحت ہی اللہ پاک کے نام کی تسبیح کر رہا تھا۔وہ جھوٹا ہے لیکن پھر بھی اللہ کی رحمت اس پر اس قدر ہے کہ لوگ اسکے سامنے جھک رہے ہیں کیا بادشاہ اور کیا عام آدمی سب ہی اسے عزت دے رہے ہیں۔یہ کرامات تو صرف زبان سے وہ پاک نام لینے کی ہیں اگر سچے دل سے اس نام کی تسبیح کی جائے تو اور کتنی رحمتوں کا نزول اس پہ ہوگا۔جب ملکہ اسکے پاس پہنچی تو اس نے سر اُٹھا کے اسکی طرف نہ دیکھا اور وہ مطمئن ہوئی کہ کوئی آج اس کی وجہ سے اللہ کے قریب ہو گیا وہ روتی ہوئی واپس اپنے محل چلی گئی۔بے شک اس پاک ذات کا ذکر اپنے آپ میں ایک رحمت ہے۔"

## ایک ہیڈ ماسٹر کے بارے میں

ایک واقعہ بہت مشہور ہوا، جو بہت سے لوگوں کی زبانی میں نے ان کی وفات کے بعد سنا۔جب وہ کسی سکول میں استاد تعینات تھے تو انہوں نے اپنی کلاس کا ٹیسٹ لیا۔ٹیسٹ کے خاتمے پر انہوں نے سب کی کاپیاں چیک کیں اور ہر بچے کو اپنی اپنی کاپی اپنے ہاتھ میں پکڑ کر ایک قطار میں کھڑا ہو جانے کو کہا۔انہوں نے اعلان کیا کہ جس کی جتنی غلطیاں ہوں گی،اس کے ہاتھ پر اتنی ہی چھڑیاں ماری جائیں گی۔اگر چہ وہ نرم دل ہونے کے باعث بہت ہی آہستگی سے بچوں کو چھڑی کی سزا دیتے تھے تا کہ ایذا کی بجائے صرف نصیحت ہو،مگر سزا کا خوف اپنی جگہ تھا۔تمام بچے کھڑے ہو گئے۔ہیڈ ماسٹر سب بچوں سے ان کی غلطیوں کی تعداد پوچھتے جاتے اور اس کے مطابق ان کے ہاتھوں پر چھڑیاں رسید کرتے جاتے۔ایک بچہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔جب وہ اس کے قریب پہنچے اور اس سے غلطیوں کی بابت دریافت کیا تو خوف کے مارے اس کے ہاتھ سے کاپی گر گئی اور گھگیاتے ہوئے بولا:"جی مجھے معاف کر دیں میرا تو سب کچھ ہی غلط ہے۔"معرفت کی گود میں پلے ہوئے ہیڈ ماسٹر اس کے اس جملے کی تاب نہ لا سکے اور ان کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔ہاتھ سے چھڑی پھینک کر زار و قطار رونے لگے اور بار بار یہ جملہ دہراتے۔میرے اللہ! مجھے معاف کر دینا۔میرا تو سب کچھ ہی غلط ہے۔" روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔اس بچے کو ایک ہی بات کہتے"تم نے یہ کیا کہہ دیا ہے،یہ کیا کہہ دیا ہے میرے بچے!'میرے اللہ! مجھے معاف کر دینا۔میرا تو سب کچھ ہی غلط ہے۔اے کاش ہمیں بھی معرفتِ الٰہی کا ذرہ نصیب ہو جائے اور بہترین اور صرف اللہ کے لئے عمل کر کے بھی دل اور زبان سے نکلے....میرے اللہ! مجھے معاف کر دینا۔میرا تو سب کچھ ہی غلط ہے۔

## عوام کو لوٹا جا رہا ہے

ایک سنجیدہ سوال اس قوم کو بیوقوف بنانے کا ایسا فارمولا جس پر آج تک کسی کا خیال نہیں گیا۔عوام ازل سے لٹ رہی ہے اور نوٹس کوئی نہیں لیتا کئی نادرن گیس اور بجلی کمپنیوں نے عوام کو لوٹنے کا نیا طریقہ سلیب ریٹ متعارف کروا دیا۔

سلیب(1)272روپے سلیب(2)1257روپے

سلیب(3)4570روپے سلیب(4)9125روپے

سلیب(5)18227روپے سلیب(6)18290روپے

پہلے سلیب ریٹ اور دوسرے کے ریٹ میں فرق 1000 روپے کا ہے دوسرے سے تیسرے کے ریٹ میں فرق 3300 روپے کا ہی تیسرے سلیب ریٹ اور چوتھے کا فرق 9000 روپے کا ہی سلیب کیا ہوتا ہے...؟ سلیب دھوکہ اور ظلم ہیآپ یہ سمجھ لیں سلیب ریٹ متعارف کروانے کے بعد صارفین سوئی گیس کو مہنگائی کی دلدل میں مذید دھکیلنے کا پکا پروگرام ہیاگر ریٹ بڑھانا مقصد ہوتا تو فی ایم بی ٹی یو کا ریٹ بڑھاتے۔انھوں نے سلیب ریٹ متعارف کروایا تاکہ ڈاکہ بھی ڈالیں اور کوئی بات بھی نہ کرسکی آپ گاڑی میں پٹرول ڈلواتے ہیں تو کبھی ایسے ہوا۔ایک لیٹر تو 100 روپے فی لیٹر اگر دو لیٹر لینا ہے تو 1100 روپے فی لیٹر۔تین لیٹر لینا ہے تو 3300 روپے فی لیٹر۔صرف ایک دن ریڈنگ لیٹ لینے سے بل 272 سے 1257 ہوسکتا ہے۔

1257 سے 4570 4570 سے 9125

9125 سے 18227 ہوسکتا ہے خدا کے لئے پاکستان کی عوام سے جینے کا حق تو مت چھینو۔ریٹ بڑھاؤ ضرور بڑھاؤ مگر ڈاکہ تو نہ ڈالو۔بے شک یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہئے اور پوسٹ کو زیادہ سے زیادہ شیئر کرنا چاہیے تاکہ باشعور لوگوں تک یہ پیغام پہنچے اور آگاہی کی مہم شروع ہو سکے۔''بجلی کا بل''اور واپڈا والے بھی 300 یونٹ کا بل 3300 بمعہ ٹیکس اور 301 یونٹ کا 4400 بمعہ ٹیکس کیا 1 یونٹ زیادہ سے 1100 روپے کا فرق....؟؟ کیا آپ نے کبھی 5 لیٹر کوکنگ آئل لیا تو 1000 کا اور 6 لیٹر 2000 کا کبھی ایسا نہیں ہوا کوکنگ آئل پرائیویٹ کمپنیوں کے ہیں....ایسا نہیں ہوا کبھی * پھر گورنمنٹ کی بجلی سپلائی کمپنیاں کیوں ایسا کرتی ہیں....شیئر کریں تاکہ کوئی اعلی افسر، چیف جسٹس صاحب آرمی چیف یا وزیراعظم یا بجلی پانی کے وزیر اس غریب عوام کے بارے میں سوچیں.... چلیں مہنگائی کم نہ کریں....لیکن زیادتی بھی تو نہ کریں......پر یہ لوگ ہمارے بڑوں کے اقوال کے صرف حوالے ہی دے سکتے ہیں عمل کا ان کو کیا پتہ۔انکی تقریریں کوئی اور لکھتے ہیں اور یہ طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں بس''۔

# عمران خان سے حکومت نہیں سنبھالی جا رہی

اے آر خاں

لیکن 15 کھرب 67 ارب کی کرپشن کو 270 ارب تک لے آیا ہے۔لیکن کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ 85 فیصد کم کر دیا ہے لیکن تجارتی خسارہ 37 ارب ڈالر سے کم ہو کر 23 ارب ڈالر رہ گیا ہے لیکن 5000 ارب روپے قرض واپس کر چکا ہے لیکن بلومبرگ،موڈیز اور ورلڈ بنک معاشی استحکام کی تعریفیں کر رہے ہیں لیکن منی لانڈرنگ کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے لیکن کرونا وائرس کے باوجود برآمدات میں اضافہ ہوا ہے۔لیکن دیڑھ دھائی کے بعد کسان کی حالت بہتر ہونا شروع ہو چکی ہے کنسٹرکشن انڈسٹری کیلئیے تاریخ کا سب سے بڑا منصوبہ لایا جا رہا ہے لیکن 60 سال کے بعد بڑے ڈیموں کی تعمیر ہو رہی ہے لیکن 60 سال کے بعد نہری نظام کو بہتر کیا جا رہا ہے لیکن دو کھرب پینتالیس ارب ناداروں انتہائی غریب طبقے میں بانٹ دیئے ہیں لیکن آٹھ کروڑ افراد کو صحت کارڈ کے ذریعے مفت علاج کی سہولت دی ہے لیکن لاکھوں نوجوانوں کو سستے قرضے دیئے جا رہے ہیں مائیکرو فنانسنگ کو گاؤں گاؤں لے کر جایا جا رہا ہے۔لیکن خارجہ حکمت عملی ایسی زبردست کہ کھیل کا پانسہ ہی پلٹ دیا ہے لیکن شوگر مافیا عدالت میں جا جا کر چھپ رہا ہے لیکن بجلی مافیا کے خلاف بھی انکوائیری و تحقیقات جاری ہیں لیکن اربوں ڈالر کی بیرونی سرمایہ کاری ملک میں آ رہی ہے۔لیکن کرونا وائرس کے باوجود سٹاک ایکسچینج میں تیزی کا رُجحان جاری ہے لیکن سیاحت پاکستان کی بڑی انڈسٹری بنتی جا رہی ہے لیکن جنوبی پنجاب کو وہ حق دے دیا جو کوئی اور نہیں دے سکا تھا لیکن فاٹا کو وہ حق دے دیا جو کوئی اور نہیں دے سکا تھا لیکن اینٹ سے اینٹ بجانے والا بستر مرگ پر پڑا ہے لیکن شیروانی کا ٹوٹا بٹن بھی نا دینے والا لندن مفرور ہو چکا ہے لیکن ہر حکومت کیلئے ناگزیر سیاسی مولانا تنہائی کی زندگی کاٹ رہا ہے میں اس سے چار گنا مزید لکھ سکتا ہوں لیکن یہ حاسدین اور بغض رکھنے والوں کا منہ بند کرنے کیلئے بہت کافی ہوگا۔کبھی غور کیجیئے گا جب یہ حکومت پر تنقید کر رہے ہوتے ہیں تو یہ تنقید کی بجائے طنز، تمسخر اور ٹھٹھہ اُڑا رہے ہوتے ہیں تاکہ ان کے بغض، عناد اور حسد کو کچھ ٹھنڈ پڑ سکے۔یہ چاہتے ہوئے بھی تعمیری تنقید نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو ایشوز پر بات کرنے کا نا تو علم ہے اور نا ہی ان میں تجزیہ کرنے کی اہلیت موجود ہے۔سارا دن ٹی وی پر بیٹھا ایک مخصوص طبقہ زہر اگلتا رہتا ہے کیونکہ انکی عیاشیاں عمران خان نے آ کر بند کروا دی ہیں۔جب مجیب الرحمٰن شامی، سلیم صافی اور حامد میر جیسے قلم فروشوں سے کام نہیں بنتا تو کبھی اینکرز کا اور کبھی ناچنے گانے والوں کا سہارا لے کر سوشل میڈیا پر حکومت کے خلاف پول کرواتے ہیں لیکن سوائے شرمندگی کے کچھ اور حاصل نہیں ہوتا۔عمران خان اللہ پر ایمان رکھنے والا نیک نیت بندہ ہے جس نے اپنے بیوی بچوں کیلئیے لندن امریکہ میں جائیدادیں نہیں بنانی۔یہ چیختے چلاتے رہیں گے، فضول تنقید اور بے بنیاد پراپیگنڈے کا استعمال کرتے رہیں گے لیکن ان شا اللہ کھانی منہ کی ہی پڑے گی جیسے ابھی تک کھاتے چلے آ رہے ہیں!!

# یہ حال مسلمانوں کا ایسے اعتقاد ہیں ان کے

نثار نندوانی

جب اللہ کے احکامات سے انکار اور قرآن کو سمجھنے سے قاصر بھیڑ ضعیف العقائدی کی دلدل میں دھنسے ہوں تو ایسا کچھ ہوتا ہے پھر کچھ یوں ہوا کہ یہ سن 70 کی بات ہے کہ جب انڈونیشیا میں صدر سوہارتو کی حکومت تھی اور پاکستان میں جنرل یحییٰ خان کا مارشل لاء تھا، انڈونیشیا کی ایک خاتون ''زہرہ فونا'' نے حضرت مہدیؑ کی والدہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کے رحم میں پرورش پانے والا بچہ حضرت مہدیؑ ہے۔ پھر کچھ یوں ہوا کہ وہ لوگوں کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہوگئی، کیونکہ اس کے پیٹ سے کان لگا کر سننے پر اذان اور تلاوت قرآن کی آواز آئی تھی، اور پھر کچھ یوں ہوا کہ یہ خبر پورے انڈونیشیا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ جب یہ خبر انڈونیشی حکام تک پہنچی تو سب سے پہلے انڈونیشیا کے اس وقت کے نائب صدر آدم مالک نے زہرا فونا کو اپنی رہائش گاہ پر مدعو کیا اور دوران ملاقات اس کے پیٹ پر کان لگا کر اذان سننے کا شرف حاصل کیا اس کے بعد انڈونیشیا کے وزیر مذہبی امور اور محمد ڈیچاب نے بھی اذان سنی اور ایک بیان جاری کیا کہ امام شافعیؒ بھی تین سال اپنی ماں کے رحم میں رہے تو امام مہدی کیوں رحم سے اذان نہیں دے سکتے۔ پھر کچھ یوں ہوا کہ اس کے بعد تو گویا انڈونیشی حکام کی زہرہ فونا سے ملاقات کی لائن لگ گئی۔ خود صدر سوہارتو اور ان کی بیگم نے زہرہ سے ملاقات کی، لوگوں نے زہرا کو مریم ثانی کا درجہ دے دیا۔ زہرہ کی شہرت انڈونیشیا سے نکل کر پورے عالم اسلام میں پھیل گئی اور مختلف ممالک نے زہرا فونا کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی ہماری عسکری حکومت کو بھی یہ شرف حاصل ہوا تا کہ لوگوں کے اذہان کو تبدیل کیا جاسکے اور ان کو روٹی کے چکر سے نکال کر آخرت پر مرکوز کروانے کے لیے زہرا کو سرکاری دعوت دے ڈالی پھر یوں ہوا کہ زہرہ فونا کی پاکستان آمد کے ساتھ ہی علماء سے اس بات کی تصدیق چاہی گئی کہ خاتون کے پیٹ میں بچہ، واقعی امام مہدی ہی ہیں۔ چنانچہ مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا شفیع اوکاڑوی نے باری باری خاتون کی بچہ دانی کے قریب کان لگا کر اذان سننے کے بعد پورے یقین کے ساتھ بیان جاری کیا کہ اذان کی آواز خاتون کے اندونی حصوں سے ہی آ رہی ہے اور بس اب امام مہدی کی آمد آمد ہے۔ پھر کچھ یوں ہوا کہ ہمارے علماء حضرات کے لیے شاید تحقیق آواز سننے کی حد تک تھی۔ انہیں صرف ریڈیو اور ٹی وی کا علم تھا، اس وقت ٹیپ ریکارڈر کا کوئی خاص تصور نہیں تھا اگر کسی اشرافیہ کے گھر ٹیپ ریکارڈر تھا بھی تو بڑا ڈبہ نما تھا، انہوں کراچی کی کل آبادی نے اور تمام مسالک اور مکاتب فکر کے جید علماء نے زہرا فونا کی امامت میں جمعہ نماز کی ادائیگی بجالائی۔ بات زہرہ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی تو اسے ضعیف الاعتقادی اور جہالت ہی کہا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ امام مہدی اس کے بطن میں موجود تھے بھی تو ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے لیے ان کی پیدائش کا انتظار تو کر لیا جاتا۔ یہ کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ وہ عورت اپنی ٹانگیں کعبہ کی طرف کھول کر بیٹھ گئی اور اس کی ٹانگوں کے درمیان مائیک اسٹینڈ رکھ دیا جاتا اور عوام مع علماو مشائخ حضرات اس کے پیچھے امام مہدی کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔لاحول ولا قوت الا باللہ!!!...یہی ضعیف الاعتقادی ہم مسلمانوں کے لیے باعث زوال بنی ہوئی ہے۔ قرآن پاک کی سورہ حجرات کی آیت ۹ ۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ ''اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پشیمانی اُٹھاؤ'' پھر کچھ یوں ہوا کہ چند ڈاکٹروں کے لیے اس بات پر یقین کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ انہوں نے صحیح صورت حال کو جاننے کی ٹھان لی۔ مگر زہرہ فونا ہر دفعہ انہیں چکر دے کر نکل جاتی۔ مسلسل کوشش کے بعد ایک دن ڈاؤ میڈیکل کالج کے ڈاکٹر اسے قابو کرنے میں کامیاب ہو گئے اور دوران تفتیش زہرہ فونا کی ٹانگوں کے درمیان پھنسا ہوا ننھا منا ٹیپ رکارڈر برآمد کر لیا۔ پھر یوں ہوا کہ...اسی روز زہرہ فونا پاکستان سے براستہ انڈونیشیا بھاگ گئی اور پاکستانیوں نے مزید ماموں بننے کا عظیم موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ پھر کیا ہونا تھا یہاں سب کچھ ہوتا ہے پھر کچھ یوں ہوا کہ ہم افسوس اور ملال کی لکیر پیٹتے رہ گئے۔ بعد میں زہرہ فونا اور اس کے شوہر انڈونیشیا میں گرفتار ہوئے اور انہوں نے قبول کیا کہ یہ سب انہوں نے دولت اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کیا تھا پھر کچھ یوں ہوا کہ دنیا آج بھی اس بات کو یاد کر کے مسلمانان عالم پر ہنستی ہے۔

افسانہ

# نعمت خانہ

تحریر۔مبشرہ ناز

مجھے ڈرائیور کی ضرورت تھی اباجی سے ذکر کیا تو انہوں نے گاؤں سے مظہر احمد کو بھجوا دیا اباجی نے اُس کی بہت تعریف کی تھی۔ بہت نیک اور شریف لڑکا ہے۔ دسویں پاس ہے۔اسے رکھ لو...اس کی ماں تمہیں دُعائیں دے گی اور ماں کی دعائیں میرا سب سے بڑا ویک پوائنٹ تھا میں دُعائیں ہاتھ سے کیسے جانے دیتا فوراً مظہر احمد کو بھیجنے کا کہہ دیا...وہ گاڑی چلانا جانتا تھا کچھ دن کی ٹریننگ کے بعد اُس نے باقاعدہ چارج سنبھال لیا۔اباجی مظہر کے بارے میں ٹھیک کہتے تھے اِس کا اندازہ مجھے اُس دن ہوگیا۔صبح جاگنگ سے واپسی پر سرونٹ کوارٹر سے آتی تلاوت کی آواز نے میرے قدم روک لیئے۔ یہ مظہر احمد تھا۔ میرا وہ سارا دن بہت اچھا گزرا میں اپنے دل کی خوشی کی وجہ نہیں جان پایا مگر میں خوش تھا بہت خوش اور پھر میں اکثر خوش رہنے لگا۔ روزمرہ کی مصروفیت بزنس کے معاملات سب کچھ ویسا ہی تھا فرق صرف اتنا تھا کہ اب مجھے چیزیں پریشان نہیں کیا کرتی تھیں۔ دل کو اُٹھا کر کسی نے پُرسکون جگہ پر رکھ دیا تھا۔ دل نے بے چین ہونا، پریشان ہونا کیوں چھوڑ دیا۔۔؟ شاید میں جان نہ پاتا اگر مظہر احمد کی اپنی والدہ سے ہونے والی گفتگو نہ سنتا بھیگی آواز سے وہ اپنی والدہ کو حال احوال بتا رہا اماں میں بہت خوش ہوں تیری دعاؤں کا پھل ہے اماں۔ دعاؤں کا پھل میٹھا ہوتا ہے نا...! تُو ہی تو کہا کرتی ہے۔ پورے بیس ہزار تنخواہ ہے جلد ہی پیسے بھیجوں گا۔ دو پہیوں سے چار کا یہ سفر بڑا انوکھا ہے اماں...! تیرے سائیکل چلانے والے کملے مظہر کو اللہ نے بہت نواز دیا۔ جانتی ہے اماں...؟ میں بہت سوچتا رہا کیسے چلتی ہے یہ گاڑی۔۔؟ موٹر کیسے کام کرتی ہے اس کی...؟ پھر تیری بات یاد آئی اماں...جب میں چھوٹے ہوتے تجھ سے پوچھا کرتا تھا...بسیں کیسے چلتی ہیں اماں...؟ تو تُو کہا کرتی تھی میں کیا جانوں پُتر میں تو بس اتنا جانتی ہوں یہ اللہ کے حکم سے چلتی ہیں محض اُس کے فضل سے چلتی ہیں۔ سو بسم اللہ پڑھ کر سوار ہوا کر پُتر یہ منزلوں پر پہنچاتی ہیں۔ تُو ٹھیک کہتی تھی اماں یہ محض اُس کے حُکم سے چلتی ہیں۔ اماں جب بھی گاڑی میں بیٹھتا ہوں سو کیا ہزار بسم اللہ پڑھ کر بیٹھتا ہوں۔ اماں تیرا مظہر بھٹے پر شدید گرمی میں سڑا کرتا تھا مالک اکثر مزدوری بھی نہیں دیا کرتا تھا۔ بھٹے میں پکتی اینٹیں بھی تیرے مظہر کی محنت کی گواہ تھیں اماں...! مظہر احمد کی آواز میں محسوس ہونے والی کن من اس فقرے کے بعد موسلا دھار بارش میں بدل گئی تھی۔ میں اُس بارش میں بھیگ رہا تھا کچی مٹی کی طرح بہہ رہا تھا اُس کی سسکی میں چُھپے شُکر کی کیفیت میرے اندر ڈیرہ ڈالنے لگی تھی۔ بے شک وہ بہت صابر اور شاکر تھا۔ وہ اپنی والدہ کو بتا رہا تھا...!'' شدید گرمی میں ٹھنڈی کار میں بیٹھتا ہوں تو اُس مزدور کی خوشی کا خیال آتا ہے جس کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دی گئی ہو۔ تیرے مظہر کی ساری مزدوریاں رب نے جمع کر رکھی تھیں اماں...یک مُشت ادا کر دیں اُس کی آواز بھاری ہوتی جا رہی تھی ہاں اماں آیۃ الکرسی پڑھ کر بیٹھتا ہوں چاروں قُل بھی پڑھتا ہوں اماں صاحب جی کے لئے دعا کرتا ہوں لو بھلا کیسے نہیں کروں گا اماں۔ اللہ اُن کو سکون اور خوشیاں عطا فرمائے اُن کے کاروبار میں برکت دے۔ آمین میں نے زیرِ لب کہا اُس کی والدہ نے بھی یقیناً آمین کہا ہوگا میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ ایک معمولی نوکری پر اتنا شاکر تھا جتنا شاید میں ہزار نعمتوں پر بھی نہیں تھا۔ رب کا اس طرح شکر ادا کرنے والا کوئی عام شخص نہیں ہو سکتا۔ مظہر احمد خاص تھا بہت خاص۔ دادی کے گاؤں والے گھر کے باورچی خانے میں جالی والی ایک الماری ہوا کرتی تھی جسے نعمت خانہ کہتے تھے۔ وہ کھانے پینے کا سامان اور خاص طور پر ابلا دودھ اس میں ٹھنڈا ہونے کے لیئے رکھا کرتی تھیں۔ مظہر احمد نے میرے دل کو اُٹھا کر نعمت خانے میں رکھ دیا تھا۔ زندگی کو بھی جیسے اُبال آ گیا تھا۔ اُس پر بالائی کی موٹی تہہ جمنے لگی تھی۔ میں مظہر احمد کا احسان مند تھا اس نے مجھے شکر کرنا سکھا دیا تھا۔

## لاثانی مسلمان پاکستان بمقابلہ کافر نیوزی لینڈ

15 مارچ 2019 یعنی تقریباً ڈیڑھ سال پہلے ''کافر'' ملک نیوزی لینڈ میں بھی جمعہ کے دن دو مسجدوں (النور اور لِن ووڈ) میں 50 نمازیوں کو بے رحم کرسچین قاتل نے قتل کیا، حکومت نے جلد ھی پکڑا، نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم نے سب مظلوموں سے ملاقاتیں کیں، ساری حکومت نے مہینوں ہمدردی، ہر طرح کی مدد کی اور یکجہتی کا بے مثال مظاہرہ کیا، ساری دنیا بالخصوص ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے دل جیتے، کُھلا مقدمہ چلایا اور اب اعلان ہوا ھے کہ 24 اگست 2020 تک مقتولین کے لواحقین کی موجودگی میں قاتل کو پھانسی دی جائے گی، اور جو لواحقین کرونا وائرس کی وجہ سے اُس دن بھی اگر پھانسی کے وقت حاضر نہ ہو سکے تو ویڈیو کانفرنس کے ذریعے اُن کی موجودگی کو یقینی بنایا جائے گا۔

***

# حبیب جالب

عاشور بابا

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد جب عوامی نیشنل پارٹی کے راہنماؤں کو پاکستان میں حراست میں لیا گیا تو ایک ایسا شخص تھا جو بہت ہی خستہ حال تھا، اس کو گرفتار کر کے حیدر آباد جیل لایا گیا۔ جیلر نے اس پریشان حال شخص کو دیکھا اور حقارت سے کہا کہا گر تم عبدالولی خان کے خلاف بیان لکھ کر دے دو تو ہم تم کو رہا کر دیں گے۔ ورنہ یادرکھو اس کیس میں تم ساری عمر جیل میں گلتے سڑتے رہو گے اور یہیں تمہاری موت ہوگی۔ یہ سن کر اس شخص نے جیلر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور مسکرا کر کہا جیلر صاحب جیل میں تو شاید میں چند برس زندہ بھی رہ لوں لیکن اگر میں نے یہ معافی نامہ لکھ دیا تو شاید چند دن بھی نہ جی پاؤں اصولوں اوعزم وہمت کی اس دیوار کا نام حبیب جالب تھا۔ اور اس کو جیل میں بھیجنے والا اپنے وقت کا سب سے بڑا لیڈر ذوالفقار علی بھٹو تھا۔ میں کل سے حیرت کا بت بنا بیٹھا ہوں جب میں نے بلاول بھٹو کو ذوالفقار علی بھٹو کی برسی پر حبیب جالب کا کلام پڑھتے دیکھا اور کلام بھی وہ جو اس نے بھٹو کے دور میں لکھا تھا۔ آپ کو یہ سن کر شاید حیرت ہو کہ حبیب جالب عوامی نیشنل پارٹی کے لیڈر تھے اور انہوں نے بھٹو دور میں الیکشن لڑا تھا اور الیکشن ہارنے کے بعد وہ بھٹو کے ظلم وستم کا نشانہ بنے رہے، ان کو جیل میں ڈال دیا گیا اور ضیاء الحق کے مارشل لاء کے بعد ان کو اس کیس سے بری کیا گیا تھا۔

کاش کہ بلاول کو تاریخ سے تھوڑی سی بھی آگہی ہوتی تو ان کو معلوم ہوتا ہے کہ عظیم انقلابی شاعر حبیب جالب کا بیشتر کلام بلاول کے نانا ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تھا۔ جن میں سے ایک مشہور نظم پیش خدمت ہے۔

میں پسرِ شاہنواز ہوں میں پدرِ بے نظیر ہوں
میں نکسن کا غلام ہوں، میں قائد عوام ہوں
میں شرابیوں کا پیر ہوں، میں لکھ پتی فقیر ہوں
وہسکی بھرا اک جام ہوں، میں قائد عوام ہوں
جتنے میرے وزیر ہیں، سارے بے ضمیر ہیں
میں انکا بھی امام ہوں، میں قائد عوام ہوں
دیکھو میرے اعمال کو، میں کھا گیا بنگال کو
پھر بھی میں نیک نام ہوں، میں قائد عوام ہوں

کل جب بھٹو کی برسی پر بلاول حبیب جالب کا کلام پڑھ رہے تھے تو بھٹو دور میں ہونے والے مظالم میری آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ حبیب جالب پر اتنا ظلم ایوب خان اور ضیاء الحق جیسے آمروں کے دور میں نہیں ہوا جتنا ظلم قائد عوام اور ایک جمہوری لیڈر بھٹو کے دور میں ہوا۔ جس دن بھٹو نے حبیب جالب کو گرفتار کروایا تھا اس دن جالب کے بیٹے کا سوئم تھا اور وہ چاک گریبان کے ساتھ جیل میں گئے تھے اور اپنے بیٹے کی یاد میں لکھی نظم ایک تاریخی انقلابی نظم ہے کاش کوئی یہ سب باتیں جا کر بلاول کو بتائے کہ رٹی رٹائی تقریریں کر لینا بہت آسان ہے لیکن بہتر ہوا گر تم ان باتوں کا تاریخی پسِ منظر بھی جان لو۔ جیسی جاہل یہ قوم ہے ویسے ہی جاہل اور تاریخی حقائق سے نابلد ان کے لیڈر...!

# احساس کمتری شکست کی پہلی سیڑھی ہے

رجل خوشاب

مریم نے 1 گھنٹے میں 10 کلومیٹر فاصلہ طے کیا، حارث نے ڈیڑھ گھنٹے میں یہی فاصلہ طے کیا، دونوں میں سے کون تیز رفتار اور صحت مند ہوا؟ یقیناً ہمارا جواب ہوگا ''مریم''، اگر ہم کہیں کہ مریم نے یہ فاصلہ ایک تیار ٹریک پر طے کیا جب کہ حارث نے ریتلے راستے پر چل کر طے کیا تب؟ تب ہمارا جواب ہوگا ''حارث''، لیکن ہمیں معلوم ہوا کہ مریم کی عمر 50 سال ہے جب کہ حارث کی عمر 25 سال تب؟ ہم دوبارہ کہیں گے کہ ''مریم''، مگر ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حارث کا وزن 140 کلو ہے جب کہ مریم کا وزن 65 کلو تب؟ تب ہم کہیں گے ''حارث'' جوں جوں ہم مریم اور حارث سے متعلق زیادہ جان لیں گے ان میں سے کون بہتر ہے ان سے متعلق ہماری رائے اور فیصلہ بھی بدل جائے گا۔ ہم بہت سطحی چیزیں اور بہت جلدی میں رائے قائم کرتے ہیں جس سے ہم خود اور دوسروں کے ساتھ انصاف نہیں کر پاتے ہیں۔ اسی طرح خود کو دوسروں کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے بھی ہم میں سے بہت سارے اسی سطحیت کا شکار ہو کر مایوس ہو جاتے ہیں حالانکہ ہر ایک کا ماحول مختلف ہوتا ہے۔ مواقع مختلف ہوتے ہیں۔ زندگی مختلف ہوتی ہے۔ وسائل مختلف ہوتے ہیں۔

مسائل مختلف ہوتے ہیں آپ اپنے کسی ہم عمر سے کسی کام میں پیچھے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کامیاب اور آپ ناکام ہیں وہ افضل اور آپ کمتر ہیں، ممکن ہے آپ کو میسر مواقع، ظروف اور درپیش حالات کو دیکھا جائے تو آپ ان سے بہت بہتر ہوں۔ زندگی کی دوڑ میں خود کو کبھی کمتر نہ سمجھو، احساس کمتری شکست کی پہلی سیڑھی ہے۔

***

## لاک ڈاؤن کے حمایتی یہ تحریر ضرور پڑھیں

درج ذیل تحریر تلخ ضرور ہے مگر سچ کے قریب ہے۔ کراچی کی ایک خاتون کی تحریر ہے جو ملک میں لاکھوں افراد کے دل کی آواز ہے۔ شکریہ

ریاست مدینہ کے داعی سے ایک پرائیویٹ اسکول ٹیچر کی اپیل جناب وزیراعظم پاکستان مسندِ اقتدار پر بیٹھے آپ کیا جانیں، تین ماہ لاک ڈاؤن کی اذیت کیا ہے، لیکن اگر فرصت ملے تو قوم کی بیٹی کی اس فریاد اور داستانِ کرب کو پڑھ لیں، اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات ہم دو بہنیں ایک پرائیویٹ اسکول میں پڑھاتی ہیں۔ دونوں بہنوں کی ماہانہ تنخواہ ملا کر 30 ہزار تھی۔ جس سے دس ہزار گھر کا کرایہ دیتے تھے، دو ہزار دادی اماں کی دوائی کے لیے رکھتے تھے، تین چھوٹے بہن بھائیوں کی اسکول فیس، جیب خرچی کے تین ہزار رکھتے تھے، باقی کے 15000 سے پورا مہینہ گذارا کرتے تھے، سبزی اور بجلی بل کے لیے گھر پر پانچ ہزار کی ٹیوشن پڑھایا کرتی تھیں۔ میرے والد کی بھی کوئی ریگولر جاب نہیں ہے، کبھی مزدوری لگ جاتی تھی کبھی نہیں تھی، لیکن پچھلے تین ماہ سے گھر پر بیٹھے ہیں. آپ کے دور اندیشانہ فیصلے، کورونا کو پھیلنے سے تو نہیں روک سکے لیکن ہماری چھوٹی سے خوشیوں کو یقیناً برباد کر گئے ہیں۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ریاستِ مدینہ میں ایسا وقت بھی آئے گا، رعایا بھوک سے خودکشی کرنے پر مجبور ہوگی، بیٹیوں کی عزت کی بولیاں لگیں گی اور راعی اپنی زوجہ کے ساتھ نتھیا گلی کی سیر کر رہا ہوگا۔ ہم سندھ کے لوگ تو ویسے ہی حکومتِ یزیدیہ میں رہ رہے ہیں، جہاں غریب کو روٹی کپڑا مکان کا نعرہ تو دیا جاتا ہے لیکن اصل میں ان سے جینا چھینا جاتا ہے۔ آپ کے وعدوں اور اماں کے مرشد طارق جمیل کے شاہانہ قصیدوں سے سوچا شاید عمر بن عبدالعزیز کا دور لوٹ کے آیا ہے...لیکن جو ہم پر قیامت گذر رہی ہے اس کے بعد سمجھتی ہوں اس سے تو برطانیہ کی غلامی بہتر تھی. تین ماہ سے تنخواہ بند، ٹیوشن بند، بابا کی مزدوری بند، بس گھر کے اثاثے بیچ کر گھر کا کرایہ دے رہے ہیں اثاثے بھی کیا اماں کو جہیز میں ملنے والا آدھا تولہ سونا۔ غربت دیکھ کر دادی اماں نے دوائی لینے سے انکار کر دیا اور یوں پندرہ روز کے اندر ایک فیملی ممبر کا آٹا اور دو ہزار کی دوائی کے پیسے بچ گئے...دادی اماں وفات پا گئیں تو کچھ لوگ عین جنازہ دفن کرنے کے وقت آئے اور زبردستی جنازہ چھین کر لے گئے کہ یہ بڑھیا کرونا کی مریضہ تھی۔ رمضان المبارک میں پانی ہی سب سے بڑی نعمت تھی، اماں چھوٹے بہن بھائیوں کو باہر جانے نہیں دیتیں تھیں کہ کہیں پڑوسیوں گھروں کے سامنے فروٹ کے چھلکے دیکھ کر مایوس نہ ہوں۔ چھوٹے بہن بھائیوں کے عید کپڑوں نے کافی پریشان رکھا، اماں کو بھیجا کہ پڑوس سے اگر سلائی کے کپڑے مل جائیں تو سلائی کر کے چھوٹوں کو عید سوٹ دلوائیں، لیکن وہاں سے بھی مایوسی ہوئی. مایوس ہو کر اسکول مالک سے رابطہ کیا۔ انہوں نے تین ماہ کا فیس ریکارڈ دکھایا تو ریکوری صفر تھی، میں چپ چاپ اُٹھنے لگی تھی تو انھوں نے پانچ ہزار روپے دیتے کہا بیٹا حالات یہ ہیں کہ قرضہ کے اوپر قرضہ لیکر کرایہ دے رہے ہیں۔

پاکستان کے لاکھوں پرائیویٹ اسکولز کا یہی حال ہے، سترہ لاکھ اساتذہ نہیں سترہ لاکھ خاندان فاقہ کشی میں مبتلا ہیں. اے ریاستِ مدینہ کے داعی۔ اب تو عزت کے علاوہ کچھ بیچنے کو بچا ہی نہیں ہے۔ مالکِ مکان کو جب گھر کے باہر للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوں تو دل کرتا ہے زمین جگہ دے دے اور زمین کے اندر دھنس جاؤں، لیکن سوچتی ہوں کہ یہاں تو خواتین کی لاشیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اے ظلِ الٰہی!!! اگر دل رکھتے ہو تو قوم کی بیٹی کی اس فریاد پر خدارا ذرا غور کرنا. ملک میں سترہ لاکھ پرائیویٹ اسکول ٹیچرز بے روزگار ہوئے ہیں، شاید ہر گھر کی یہی کہانی ہو، ہم ایسے پیشے سے وابستہ ہیں کہ نہ تو ہاتھ پھیلا سکتے ہیں اور نہ ہی امداد کے لئے لائن میں کھڑے ہو سکتے ہیں، ہماری سفید پوشی کا بھرم رکھنا...چیف جسٹس بار کی حمایت حاصل کرنے کے لیے فی وکیل کو 12000 روپے دلواتے ہیں لیکن قوم کے ان معماروں کا کسی نے نہیں سوچا۔ نہ تو ہمارے ایم پی ایز، ایم این اوز کو کبھی خیال آیا اور نہ تو کسی وزیر کبیر نے کبھی بیان دیا کیونکہ ہم الیکشن میں کام آنے والے مہرے نہیں ہیں اور نہ ہی کالی وردی والوں کی طرح ججز کے حق میں نعرے لگانے والے ہیں۔ میں قوم کی بیٹی آپ کی خدمت میں ان سترہ لاکھ خاندانوں کی فریاد رکھتی ہوں، تمام پرائیویٹ اسکول ملازمین کو لاک ڈاؤن کے دوراں قرض حسنہ کے طور پر ماہانہ الاؤنس دیا جائے، تاکہ کوئی بیٹی بھیڑیوں کی نذر ہونے سے بچ جائے۔ اے داعی ریاست مدینہ، اگر یہ نہیں کر سکتے ہو تو ایک کام کریں، ہمیں چھ فوٹ زمین کا ٹکڑا دیا جائے جہاں سکون سے سو سکیں، اور مرنے کے بعد کسی کی درندگی کا شکار نہ ہو سکیں۔

آپ کی...(باشعور قومیں تو ہمیں معمارِ قوم کہتی ہیں، آپ کیا سمجھتے ہیں یہ آپ پر چھوڑتی ہوں" میرا اپنا تعلق بھی اسی طبقے سے ہے۔ ***

## تبصرہ کتب۔ مرسلہ: محمد نعیم یاد، جوہر آباد

مبصر: عقیل شافی (لاہور)

نوٹ (تبصرے میں شامل کوئی بھی کتاب حاصل کرنے کے لیے قاری رابطہ کرسکتا ہے۔03014047881) نام رسالہ: مہینہ وار پکھیرو (بال ناول نمبر) مرتب: اشرف سہیل۔صفحات 400۔قیمت: 300روپے۔ ناشر: پنجابی بال ادبی بورڈ، لاہور۔بچوں کے لیے اَدب تخلیق کرنا ایسے ہی ہے جیسے دریا کو کوزے میں بند کرنا۔بہت مشکل کام کو آسان سمجھنا عقلمندی نہیں مگر بہادری کے زمرے میں لا کر اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔کئی صدیوں سے شاعر، ادیب اپنے علم کے مطابق بچوں کے لیے کام کررہے ہیں اسی اثناء میں کئی بین الاقوامی سطح پر خاصے جانے پہچانے گئے مگر کئی اپنے مسوّدوں پر مٹی کی طرح خود بھی منوں مٹی کے نیچے اپنے جذبات، خیالات لے کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ہر کام کا ایک مقررہ وقت ہے اور وہ وقت کب، کہاں، کیسے آتا ہے رب ذوالجلال کے علاوہ کون جانتا ہے۔آج ہم جس عہد میں سانس لے رہے ہیں یہاں پہلے دو وقت کی روٹی مشکل تھی اب ایک وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہیں مگر پھر بھی وقت اور حالات سے دوستی کرکے اشرف سہیل جیسے کہانی کار، ناول نگار، شاعر اور سیوک اپنی جیب سے خرچ کرکے ہر مہینے پچھلے 26 سال سے ماہنامہ ''پکھیرو'' شائع کررہے ہیں اور وہ بھی پنجابی زبان میں یہ پاکستان کو واحد رسالہ ہے جو بچوں کے اَدب کے لیے دن رات کوشاں ہے۔اشرف سہیل صاحب نے بے شمار خاص نمبر شائع کرکے ساری دنیا میں پاکستان کا نام روشن کیا۔آج ''پکھیرو'' میں نیشنل اور انٹرنیشنل شاعر ادیب بڑا فخر محسوس کرتے ہیں کہ پکھیرو میں ان کی تحریر شائع ہوتی ہے۔پچھلے دنوں پکھیرو بچوں کے لیے ''ناول نمبر'' لے کر ساری دنیا میں اپنی اُڑان بھر چکا ہے۔400 صفحات پر مشتمل ناول نمبر میں جبسیر بھلر، الیاس گھمن، نکولائی نوسو، ہردیو چوہان اور ایم وائی قیصر جیسے مہان لکھاریوں نے اپنا اپنا حصہ ڈالا ہے۔ان سب کو اکٹھا کرنا صرف اور صرف چیف آف ادبی سٹاف ''اشرف سہیل'' کا ہی کام ہے۔ دعا ہے کہ اشرف سہیل صاحب! اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

### نام کتاب۔پنجابی بیت بازی

مرتب: نازاوکاڑوی صفحات: 160۔قیمت: 300روپے

ناشر: مکتبہ فجر پبلی کیشنز، لاہور بیت بازی کا لفظ سنتے، پڑھتے ہی ذہن میں فوراً طارق عزیز مرحوم کا نیلام گھر، بزم طارق عزیز کی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں۔ ماضی میں بھی شعراء کرام اپنے اپنے انداز میں ادبی محافل میں بیت بازی کا اہتمام کرتے رہتے تھے اکثر اوقات گاؤں کے لوگ سارا دن محنت مزدوری کرنے کے بعد جب سردیوں، گرمیوں کی راتوں کو چوپالوں میں اکٹھے ہوتے تو وہاں باذوق لوگ ہیر وارث شاہؒ، مرزا صاحباں، سسی پنوں، میاں محمد بخشؒ شاہ حسینؒ اور بلھے شاہؒ کے اشعار دوستوں کو سنا کر خوب داد وصول کرتے تھے پھر وقت کے ساتھ ساتھ ہر کام میں جدّت آگئی۔گاؤں میں بسنے والے پڑھے لکھے لوگ شہروں میں نقل مکانی کر گئے مگر اللہ کریم نے جن کو علم وشعور کی دولت عطا کررکھی ہے وہ اَدب کے میدان میں ہر جگہ اپنے جوہر دکھانے کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔اُردو زبان میں بیت بازی کی بے شمار لاجواب کتب موجود ہیں جن سے نئی نسل استفادہ بھی کررہی ہے مگر ہمارے تحقیق کار، نقاد، شاعر نازاوکاڑوی نے پنجابی اَدب ''پنجابی بیت بازی'' مرتب کرکے خود کرامر کرلیا ہے۔نئے اور پرانے شعراء کرام کا کلام حروفِ تہجی کے ساتھ اکٹھا کرکے تقریباً 735 کے لگ بھگ خوبصورت اشعار کا پنجابی رنگ برنگا گلدستہ ماں بولی کی جھولی میں ڈال کر پنجابی ماں بولی کا لائق بیٹا ہونے کا ثبوت دیا ہے۔''پنجابی بیت بازی'' کی کتاب یقینا پنجابی ادب میں انمول اضافہ ہے جو آپ کی لائبریری میں ایک حسین اضافہ ثابت ہوگی۔

### نام کتاب: سوہنےؐ ماہی دے دیس ول (سفرنامہ)

مصنف: ڈاکٹر محمد ایوب۔ صفحات: 96۔قیمت: 200روپے۔ناشر: ادارہ پنجابی لکھاریاں، لاہور۔فیصل آباد کی سرزمین جہاں صنعت کے حوالے سے پوری دنیا میں جانی پہچانی ہے وہیں ادب کی زرخیزی اس قدر تیزی سے رونما ہورہی ہے کہ جہاں جہاں اَدب تخلیق ہورہا ہے وہاں وہاں پر فیصل آباد شہر کے چرچے گونج رہے ہیں۔فیصل آباد نے بڑے بڑے نامور شعراء کرام، ادیب، محقق، نقاد، نعت گویان اور نعت خوان پیدا کیے ہیں اُنھیں اسکالرز میں ایک معتبر نام ڈاکٹر محمد ایوب کا ہے۔ڈاکٹر محمد ایوب کھوجکار ہیں تخلیقی وتحقیقی کام ان کا خاصا ہے۔بے شمار مضامین ادب کو دان کرچکے ہیں۔سوہنے ماہی دے

دیس ول‘ ان کا مکہ شریف اور مدینہ شریف کا سفرنامہ ہے۔ اللہ کریم نے اپنے پیارے حبیبؐ کے صدقے انہیں حرمین شریفین کی زیارت کا شرف عطا کیا تو ڈاکٹر صاحب نے واپسی پر خوبصورت الفاظ سے دل کو چھو لینے والے واقعات کو رقم کر کے پن کما یا ہے۔ سفرنامہ پڑھتے کہیں بھی ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ قاری ڈاکٹر ایوب سے دور ہے بلکہ جہاں جہاں ڈاکٹر صاحب گئے ہیں قاری بھی ان کے ساتھ تخیلاتی صورت میں ان کے ساتھ اُن متبرک نظاروں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی پاک ہستیوں اور متبرک مقامات کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ زبان سے بے اختیار اللہ اکبر، سبحان اللہ اور ماشاء اللہ کی صدائیں نکلتی ہیں۔ بے شک ڈاکٹر صاحب کی یہ کاوش ادب میں ایک بہترین اضافہ ہے۔

## نام کتاب: کوثر دے والی۔

شاعر: جاوید پنچھی۔ صفحات: 128 قیمت: 150 روپے۔

ناشر: پنجابی مرکز، لاہور ’’کوثر دے والی‘‘ نام سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب نبی مکرم، نورِ مجسم، شافع روزِ محشر حضرت محمدؐ کی صفت و ثنا پر لکھی گئی ہوگی جی ایسے ہی ہے ’’کوثر دے والی‘‘ پنجابی کے معروف کھوجکار، شاعر، سیوک جاوید پنچھی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ جاوید پنچھی نے اپنے اس نعتیہ مجموعہ میں سرکار دوعالمؐ سے سچی عقیدت، محبت، چاہت کا اظہار عاجزانہ، مؤدبانہ الفاظ کا سہارا لے کر نعت کی صورت میں کیا ہے۔ نعت گوئی مشکل صنف ضرور ہے مگر جب آقا ؐ کی نظرِ کرم ہو تو ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔ پنچھی صاحب نے ’’کوثر دے والی‘‘ میں نور دا جلوہ کے عنوان سے نظم اور 58 نعت مبارک بارگاہ رسالت مآبؐ کے حضور پیش کر کے خود کو قافلہ حضرت حسان بن ثابتؓ میں شامل کر لیا ہے۔ ’’کوثر دے والی‘‘ کو میاں ظفر مقبول، مدثر اقبال بٹ، سید گلزار بخاری، منیر شیروانی، رائے مظہر الروفی اور انیلہ شوکت نے خوب پسند کر کے جاوید پنچھی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ’’کوثر دے والی‘‘ نعتیہ پنجابی صنف میں ایک بہترین اضافہ ہے۔

***

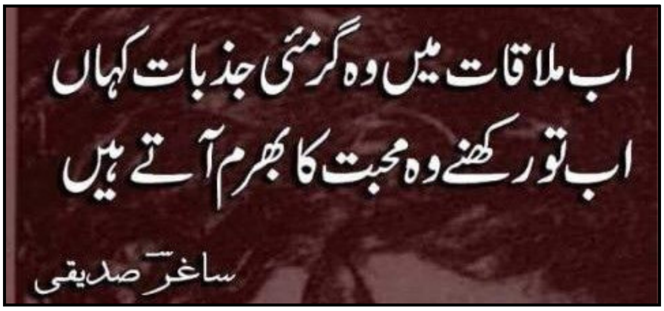


# محمد علی جناح کی زندگی کے آخری 60 دن

## بانیِ پاکستان کو زیارت منتقل ہونے کا مشورہ کس نے دیا؟

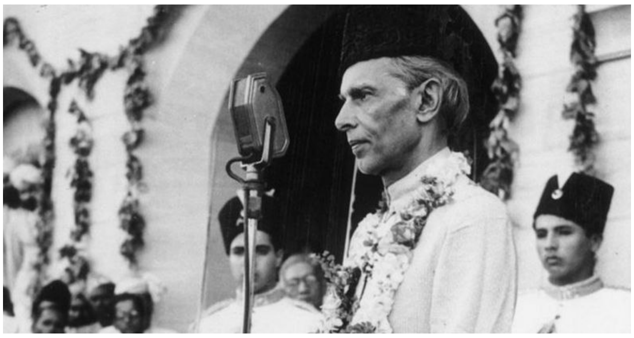

یہ 14 جولائی 1948 کا دن تھا جب اس وقت کے گورنر جنرل محمد علی جناح کو ان کی علالت کے پیشِ نظر کوئٹہ سے زیارت منتقل کیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ فقط 60 دن زندہ رہے اور 11 ستمبر 1948ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ بابائے پاکستان کے یہی آخری 60 دن اس تحریر کا موضوع ہیں۔

یہ پراسرار گتھی آج تک حل نہیں ہوسکی کہ قائداعظم محمد علی جناح کو شدید بیماری کے عالم میں کوئٹہ سے زیارت منتقل ہونے کا مشورہ کس نے دیا تھا۔

زیارت اپنے صنوبر کے درختوں کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے اور کوئٹہ سے 133 کلومیٹر فاصلے پر 2449 میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ جگہ ایک بزرگ خرواری بابا کی آخری آرام گاہ کی نسبت سے زیارت کہلاتی ہے اور جناح کی آرام گاہ یا ’قائداعظم ریزیڈنسی‘ زیارت سے 10 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

ان کی بہن فاطمہ جناح نے اپنی کتاب ’مائی برادر‘ میں تحریر کیا ہے کہ کوئٹہ سے زیارت منتقل ہونے کا فیصلہ جناح کا ذاتی فیصلہ تھا کیونکہ ان کی سرکاری اور غیر سرکاری مصروفیات کے باعث کوئٹہ میں بھی انھیں آرام کا موقع بالکل نہیں مل رہا تھا اور مختلف اداروں اور رہنماؤں کی جانب سے انھیں مسلسل دعوتیں موصول ہو رہی تھیں کہ وہ ان کے اجتماعات میں شرکت کریں اور ان سے خطاب کریں۔

تاہم یہ بات پھر بھی محلِ نظر ہے کہ جناح کو زیارت کے بارے میں کس نے بتایا تھا اور وہاں منتقل ہونے کا مشورہ کس نے دیا تھا۔

(بشکریہ بی بی سی لندن)

# کہانیوں کی طلسماتی دنیا

محمد عامر خاکوانی

بعض کہانیاں ایسی ہوتی ہیں جو ایک بار پڑھنے کے بعد آدمی بھول نہیں سکتا۔ ان کا نشتر یوں رگ وجاں میں پیوست ہو جاتا ہے کہ نکالے نہیں نکلتا۔ ان کہانیوں کی دلکشی، کاٹ اور مرکزی خیال ذہن کے نہاں خانوں میں محفوظ رہتا ہے۔ ایسی بہت سی کہانیاں ہیں۔ انہی کہانیوں میں سے ایک کہانی بہت عرصہ پہلے پڑھی۔ شدید کساد بازاری کے دنوں میں ایک منگول شہزادی کا قصہ۔ وہ اپنے محبوب خاوند شہزادہ ایوان سمیت سب کچھ کمیونسٹوں کے ہاتھوں لٹا بیٹھی، اس نے یورپ کا رخ کیا۔ اس کے پاس صرف تین بیش قیمت ہیرے بچے تھے یا پھر شہزادہ ایوان کے اقوال۔ اس کا سامنا ایک سرد مہر پروفیشنل بینکر سے تھا۔ جس کے سامنے حسین عورت کے آنسوؤں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ افراط زر کی ایسی خوفناک حالت کہ ہر چند دنوں میں چیزوں کی قیمتیں کئی گنا بڑھ جائیں۔ منگول شہزادی نے ایسے سفاک حالات میں کیسی ہنرمندی کے ساتھ اپنے ہیروں اور مرحوم خاوند کے اقوال کے ساتھ کام چلایا۔ بینک والے کچھ نہ کر پائے اور جیت شہزادی کے حصے میں آئی۔ حالات کی ستم ظریفی کے باعث تنہا ہو جانے والی شہزادی نے صرف ایک قول شہزادہ ایوان کے ساتھ غلط منسوب کیا، مگر ایسا کرنا اس کی مجبوری تھی۔ ہر نرم دل قاری کی طرح ہم نے بھی شہزادی کی یہ غلطی معاف کر دی، البتہ بینکر بیرن کے مقدر پر رشک ضرور کیا۔ یہ معروف مترجم اظہر کلیم کی آخری کہانیوں میں سے ایک تھی۔ کیا عمدہ، رواں ترجمہ تھا، کسی تراشیدہ ہیرے کی مانند دمکتا ہوا، بے عیب۔

روس کا لیجنڈری ادیب چیخوف میرے پسندیدہ ادیبوں میں سے ہے۔ چیخوف کا ایک قول میں نے یونیورسٹی میں ایم اے صحافت کے طلبہ کو کالم رائٹنگ کی مختلف کلاسز پڑھاتے ہوئے کئی بار سنایا۔ چیخوف کہتا تھا، ’’کسی افسانے یا ڈرامے میں اگر دیوار پر لگی بندوق دکھائی گئی تو ڈرامے میں اسے چل جانا چاہیے۔‘‘ یہ بہت عمدہ سبق ہے کہ تحریر میں کبھی غیر متعلق، غیر ضروری چیز کا حوالہ نہ دیا جائے۔ اگر کوئی خاص لفظ استعمال ہو تو اس کا کوئی سبب ہونا چاہیے۔ چیخوف کے افسانے کرافٹ کا بہترین نمونہ ہیں۔ سید قاسم محمود نے ایک بار غلام عباس کے بارے میں کہا تھا، ’’ان کے افسانے اتنے مکمل ہوتے ہیں کہ ایڈٹ نہیں ہو سکتے، چیخوف کی طرح۔ ایک پیرا بھی نکالنا پڑے تو افسانے میں جھول نظر آتا ہے۔‘‘ ویسے سید قاسم محمود کے اپنے افسانے بھی ایسے تھے۔ کسی نویں نکور چارپائی کی طرح کسے کسائے، بے عیب۔ ان کا یہ پہلو زیادہ سامنے نہیں آیا، مگر جتنا کچھ لکھا وہ کمال تھا۔ مجھے یاد ہے کہ سید صاحب کراچی سے لاہور واپس آئے تو اردو ڈائجسٹ کے لئے لکھتے رہے۔ ان کے دو تین افسانے بھی شائع ہوئے۔ ایک دو میں چند چبھتے ہوئے جملے سیاست اور مذہبی شدت پسندی کے حوالے سے تھے۔ میں نے الطاف حسن قریشی صاحب جیسے منجھے ہوئے استاد ایڈیٹر کو پہلی بار پریشان دیکھا، ان کے لئے ایڈٹ کرنا محال ہو گیا تھا۔ ہر جملہ دوسرے کے ساتھ یوں جڑا ہوا اور بعد میں کئی جگہوں پر اس کا یوں استعمال تھا کہ الطاف صاحب چکرا گئے۔ اپنے مخصوص انداز میں وہ خفگی سے بڑبڑائے، مگر پھر جیسے تیسے کام چلا لیا۔ اسی چیخوف کا ایک دلکش افسانہ پندرہ بیس سال پہلے پڑھا۔ روس کے ایک جوڑے کی کہانی جو سفید پوشی میں زندگی گزار رہا تھا، خاوند کی تنخواہ سو روبل تھی، مگر کام چل رہا تھا۔ ایک دن پتہ چلا کہ بیوی نے ایک روبل کی لاٹری ٹکٹ خریدی، خاوند نے اخبار سے چیک کیا تو خوشی سے اچھل پڑا کہ ایک لاکھ روبل کا انعام نکل آیا۔ بیوی کو فوراً بتایا، وہ بھی نہال ہو گئی۔ یہ ظاہر ہے سوڈیڑھ سو سال پرانی کہانی ہے، اس وقت کے ایک لاکھ روبل آج کے حساب سے کروڑوں میں بنے۔ دونوں نے دنیا گھومنے کا منصوبہ بنایا۔ کچھ دیر کے بعد جب خاوند کے اوسان بحال ہوئے اور اس نے سوچا تو اس کی عیاشی کے کسی منظر میں گھریلو بیوی فٹ نہیں ہو رہی تھی۔ بے چارگی سے اس نے سوچا، بیویوں کے ساتھ بھی کبھی تفریح ہو سکتی ہے؟ اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ خیال یہ تھا کہ لاٹری بیوی نے لی، زیادہ نہیں تو آدھی رقم تو اس کی بنتی ہے۔ امیر ہو جانے کے بعد اس کے رشتے دار بھی ملنے آیا کریں گے۔

ان سب کو برداشت کرنا عذاب بن جائے گا۔ آخرکار خاوند نامدار نے لاٹری کے ٹکٹ پر لعنت بھیجی۔ سوچا ہوگا، ’’بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔‘‘ اخبار چپکے سے پھاڑ ڈالا اور بیوی کو کہا کہ میں نے مذاق کیا تھا۔ چیخوف کی یہ کہانی بہت بار ڈھونڈی، مگر کہیں سے نہیں ملی۔ اسی طرح ٹالسٹائی کی ایک کہانی جو دنیا کی بہت زبانوں میں ترجمہ ہوئی، وہ زمین حاصل کرنے کے ایسے خواہش مند کا قصہ ہے، جسے مقامی سردار نے کہا کہ ایک دن میں جتنی زمین گھیر لو گے، وہ تمہاری ہوگی۔ وہ صبح سے شام تک بھاگتا رہا، لالچ کے مارے اتنا وسیع چکر لگایا کہ شام کو واپس پہنچتے ہی مر گیا۔ وہی دو گز زمین اس کا مقدر بنی، جو ہر ایک کو ملتی ہے۔ یہ کہانی ٹالسٹائی نے اپنے کلاسیکل انداز میں لکھی۔

یہ اور ایسی بہت سی کہانیاں میں نے سب رنگ ڈائجسٹ میں پڑھیں۔ سب رنگ کا ہم لوگ یوں ہی تذکرہ نہیں کرتے، اس نے ہماری زندگیوں کو مسرت، انبساط اور سرشاری کے ان گنت لمحے عطا کئے۔ نہایت خوبصورت، دلکش، پراثر، تیکھی، نوکیلی، کٹیلی، اداس، چلبلی، شوخ کہانیاں ہمیں پڑھائیں۔ سب رنگ کوئی جریدہ یا ڈائجسٹ نہیں تھا۔ یہ ایک جنون کا قصہ ہے۔ شکیل عادل زادہ نے بہت بار اپنے ذاتی صفحے میں لکھا کہ سب رنگ کوئی ادارہ نہیں، فرد ہے۔ یہ کاروبار نہیں، عشق ہے، جنون بلا خیز ہے۔ شکیل بھائی نے سچ کہا تھا۔ انہوں نے سب رنگ کو سچے عشق کی طرح پروان چڑھایا، اس کی حفاظت کی، اس کے رنگ کبھی پھیکے نہیں پڑنے دیئے۔ آج سب رنگ بند ہوئے برسوں بیت گئے، اس کا بہترین دور گزرے بھی دو عشرے ہونے کو ہیں۔ شکیل عادل زادہ کا سحر ہم جیسے قارئین کے دلوں میں پہلے جیسا ہے۔ گزرتا وقت اس کے فسوں کو تیز ہی کر رہا ہے۔ رف کلاسرا، ڈاکٹر شاہد صدیقی یا دوسرے لکھنے والے بار بار اس کا تذکرہ کرتے ہیں تو اسے ان سب کی مجبوری سمجھنا چاہیے۔ سب رنگ کے سحر سے آپ کبھی آزاد نہیں ہو سکتے۔ ہونا بھی نہیں چاہتے، یہ سرشاری کی ایسی کیفیت ہے جسے صرف سب رنگ کے قاری ہی سمجھ سکتے ہیں۔

عشق کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ اس کے شعلے کہیں بھی، کسی بھی جگہ پر بھڑک سکتے ہیں۔ کشتگان سب رنگ تو بہت ہیں، حسن رضا گوندل بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے عشق نبھانے کا عزم باندھا اور اسے یوں نبھایا کہ دل سے واہ واہ کی صدا نکلتی ہے۔ فیس بک پر گوندل صاحب نے سب رنگ کا صفحہ بنایا، اس کی مختلف کہانیوں کو پی ڈی ایف کی شکل میں دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ برسوں سے وہ اپنی روایت نبھا رہے ہیں۔ اس دوران وہ کوشاں رہے کہ سب رنگ کی منتخب کہانیوں کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ یہ بڑا پراجیکٹ تھا، اس لحاظ سے بہت اہم کہ سب رنگ کے پرانے شمارے اب کہیں سے نہیں ملتے۔ جن کے پاس ہیں وہ کسی کو پڑھنے نہیں دے سکتے کہ شائد واپس ہی نہ آئے۔ حسن رضا گوندل نے نجانے کیسے شکیل عادل زادہ کو منایا؟ ایک پرفیکشنسٹ سے اس کی متاع حیات سے متعلق کچھ منوانا کار دارد ہے۔ حسن رضا گوندل نے یہ کر دکھایا۔ وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے فیس بک پر سب رنگ کے مداحین سے ان کی پسندیدہ کہانیوں کے بارے میں استفسار کیا، کئی سروے کئے اور یوں سب رنگ کہانیوں کی کتابی شکل میں سیریز کی پہلی کتاب ''سب رنگ کہانیاں (سمندر پار کے شاہکار افسانوں کے تراجم) شائع ہوئی۔ اس میں وہ تینوں کہانیاں ہیں، جن کا کالم کی ابتدا میں ذکر کیا۔ ان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ سمرسٹ ماہم، او ہنری اور بعض ایسے نام جو زیادہ معروف نہیں، مگر ان کی کہانیاں حیران کن ہیں۔ سب رنگ کہانیاں شائع ہونے میں جہلم بک کارنر کے گگن شاہد، امر شاہد کا بھی بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے صبر تحمل کے ساتھ اس پراجیکٹ کا انتظار کیا اور پھر نہایت حسین کتاب چھاپ کر اپنی محبت کا ثبوت دیا۔ پہلی کتاب میں سمندر پار کی کہانیاں شامل ہیں۔ سب رنگ کے تراجم بہت مشہور تھے، ان پر مشتمل مزید کتابیں بھی آئیں گی۔ یہ دس بارہ کتابوں کی سیریز کا منصوبہ ہے۔ اللہ کرے جلد مکمل ہو۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ سب رنگ پڑھنے سے محروم رہے، اب وہ ان کتابوں کے ذریعے اس طلسم حیرت افزا سے واقف ہو سکتے ہیں، شکیل عادل زادہ کے نگارخانے کی سیر کر سکتے ہیں۔

سب رنگ کا تذکرہ آئے اور بازی گر کی تکمیل کا ذکر نہ آئے تو زیادتی ہوگی۔ شکیل عادل زادہ بازی گر کی آخری قسطوں پر کام کر رہے ہیں، بازی گر جیسی کہانی کو سمیٹنا کون سا آسان کام ہے؟ بازی گر کہانی نہیں سمندر ہے، رنگوں کا انوکھا طلسم کدہ ہے۔ شکیل بھائی اس پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو جلد مکمل ہو جائے گا۔ یہ مکمل ہو تو پھر امر بیل کی آخری قسط کا سوال بھی کیا جائے؟ امر بیل پر کبھی الگ سے بات کریں گے، بازی گر کے طلسم نے اسے اوجھل کر دیا، مگر پڑھنے والے اسے بھی نہیں بھلا سکتے۔

## شناختی کارڈ کے مسلمان

محمد فاروق

پاکستان ایسا ملک ہے جس کے تقریباً سب باسیوں کے شناختی کارڈز پر مسلمان لکھا ہوا ہے لیکن !!!۔ سب کا خدا الگ الگ ہے ۲۔ سب کا قرآن کا ترجمہ الگ الگ ہے۔ ۳۔ سب کی نماز کا طریقہ الگ الگ ہے ۴۔ نبی کریم ﷺ کے بارے عقیدہ الگ الگ ہے۔

۵۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے عقیدہ الگ الگ ہے احادیث کی کتابوں کے بارے عقیدہ الگ الگ ہے ۶۔ سب کے امام الگ الگ ہیں جب سب کچھ الگ الگ ہے تو پھر یہ سب مسلمان کیسے ہیں؟؟؟

***

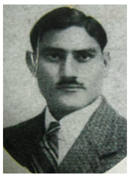

# کشمیر میں خونِ مسلم کی ارزانی

نتیجۂ فکر از قلم:

میرزا سیف اللہ خان فاروقؔ مرحوم

(مرسلہ: طارق احمد مرزا آسٹریلیا)

وادیِ کشمیر تجھ کو یاد ہوگا وہ زماں
تجھ پہ تھا سایہ فگن جب پرچمِ اسلامیاں
جبکہ تیری سر زمیں پر شہ جہاں تھا حکمراں
جبکہ تیری گود تھی گہوارۂ امن واماں
ناشناسائے ستم تھی وادیِ کشمیر تُو
عدل وانصاف و ترحّم کی تھی ایک تصویر تُو
تیرے لالہ زار تھے جامِ شرابِ آتشیں
بادۂ پرکیف سے مخمور تھے تیرے مکیں
پاک تھا آدم کے خوں سے تیرا فردوسِ بریں
جس سے ہے رنگیں سراسر آج تیری سر زمیں
چشمۂ آبِ رواں اے موجِ بحرِ بیکراں
سنگِ خارا جس کی سرخی سے ہوا لعلِ گراں
جن کے ہیں کھنڈرات بھی صد جائے رشکِ کہکشاں
ہے طلاطم خیز واں پر خونِ اسرائیلیاں
سرخ مچھلی مہر کا خنجر ہے اس گرداب میں
ساقیِ گردوں کا ساغر ہے مئے خوں ناب میں
یہ بتانِ آذری، یہ قاف کے ماہِ جبیں
چومتا تھا جن کے قدموں کو نگارستانِ چیں
آج شانوں پر ہیں بکھری ان کی زلفِ عنبریں
آرزوئیں حسرتیں بن بن کے ان کی مٹ گئیں
دستِ گلچیں سے ازل آج اجڑا ہے چمن
خون میں لتھڑے پڑے ہیں کیسے کیسے سیم تن
اشک حالؔی نے بہائے دیں کی حالت دیکھ کر
رو دیا اقبالؔ جاکر صقلیہ کی خاک پر
داغؔ نے دلّی کی حالت پر کیا ٹکڑے جگر
نوحہ خواں سعدیؔ ہوا بغداد کی سن کر خبر
یہ الم یہ رنج فاروقؔ کی قسمت میں تھا
چِن لیا قدرت نے وہ دل جوکہ تھا محرم ترا

(مزمورِ عجم۔مطبوعہ جون1933ص18-19)

نوٹ: محترم میرزا سیف اللہ خان فاروقؔ صاحب آف حاصل پور، بہاولپور راقم کی والدہ مرحومہ کے ماموں تھے۔آپ قادرالکلام شاعر تھے اور چارعدد شعری مجموعوں کے خالق تھے۔سنہ تیس اور چالیس کی دہائیوں میں آپ کا کلام برصغیر کے متعدد اردو اخبارات وجرائد میں شائع ہوتا رہا۔

# عبدالحمید خلیق

میرا دل بھی خدا کے نُور سے معمور ہو جائے دعا کیجئے
جہالت گمرہی اِس قلب سے کافور ہو جائے دعا کیجئے
مسلسل ڈوبتا جاتا ہے دل بحرِ معاصی میں
نہ ساحل ہی میرا ایسے میں مجھ سے دُور ہو جائے دعا کیجئے
بُھلا بیٹھا ہوں سب احکام و فرمانِ خداوندی
کہیں شیطان نہ اس بات سے مغرور ہو جائے دعا کیجئے
کھڑا رہتا ہے ہر اک راہ پہ سب کو ہے بہکاتا
یہ مردود و لعین اِبلیس اب محصور ہو جائے دعا کیجئے
میرے قلب ونظر دھو دے جو مِل کر ابرِ رحمت سے
کوئی حور و ملک اِس کام پر مامور ہو جائے دعا کیجئے
بجالاؤں بِلا چون و چرا احکام پھر سارے
یہ عرضِ عاجزانہ ہے میری منظور ہو جائے دعا کیجئے
عطا کر دے مجھے دیدار کی لذت میرا دلبر
نگاہِ لطف سے ناشاد دل مسرور ہو جائے دعا کیجئے
تڑپتا ہے، ترستا ہے، چھلکتا ہے مِلن کو جو
نہ میرے دل سا کوئی دہر میں مجبور ہو جائے دعا کیجئے
سخنور ہے خلیقؔ عاصی مگر گمنام و انجانا
میرا بھی نام بزمِ یار میں مشہور ہو جائے دُعا کیجئے

# منسوبِ غلط۔ محمد آصف بھلی

کچھ غلطیاں اتنی پختہ ہو جاتی ہیں کہ ان کی اصلاح کرنے والا خود آزمائش میں پڑ جاتا ہے مثلاً میر تقی میر کا یہ شعر جب بھی پڑھا، لکھا یا بولا جاتا ہے تو اس کا متن یہی ہوتا ہے...

میر کیا سادے ہیں، بیمارے ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

حالانکہ میر تقی میر کے کوئی بھی مستند کلیات کا مطالعہ کر لیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میر نے شعر کے دوسرے مصرع میں لونڈے کا لفظ ہرگز استعمال نہیں کیا۔ میر کا کہا ہوا صحیح مصرع یہ ہے۔

اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں آپ نے اخبارات و رسائل میں سینکڑوں دفعہ درج ذیل شعر علامہ اقبال کے حوالے سے پڑھا ہو گا تندی

بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لئے

یہ شعر ضلع سیالکوٹ کی سابق تحصیل شکر گڑھ کے ایک ایڈووکیٹ سید صادق حسین کا ہے۔ انکی ایک مختصر کتاب ''برگِ سبز'' 1976ء میں شائع ہوئی تھی جس میں یہ شعر موجود ہے۔ غالباً لفظ عقاب کی وجہ سے یہ شعر علامہ اقبال سے منسوب کر دیا جاتا ہے اور سید صادق حسین ایڈووکیٹ کو ان کے اکلوتے مشہورِ زمانہ شعر سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ اردو کا ایک ضرب المثل شعر مقررین اکثر اپنی تقاریر اور کالم نویس اپنے کالموں میں استعمال کرتے ہیں....

وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اُس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

یہ شعر آغا شاعر قزلباش کے ایک شاگرد مہاراج بہادر برق کا ہے اور غلط طور پر میر تقی میر سے منسوب ہے۔ آپ میر کے چھ دیوان پڑھ لیں کہیں بھی آپ کو یہ شعر نظر نہیں آئے گا۔ دہلی میں 1884ء میں پیدا ہونے والے مہاراج بہادر برق کے مذکورہ بالا شعر کا پہلا مصرع اچھی یاد کر لیں۔

وہ آئے بزم میں اتنا تو برق نے دیکھا
بہادر شاہ ظفر کا درج ذیل کس نے نہیں سُنا ہو گا
کتنا ہے بدنصیب ظفر، دفن کے لئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

عوام الناس نے اسی غزل کے حوالے سے ایک اور شعر بھی بہادر شاہ ظفر سے منسوب کر رکھا ہے۔

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں

یہ شعر بہادر شاہ ظفر کا بالکل نہیں بلکہ سیماب اکبر آبادی کا ہے۔ ان کی 1947ء میں شائع ہونے والی کتاب ''کلیم عجم'' میرے پاس بھی موجود ہے۔ جس شخص کو شبہ ہو اسے سیماب اکبر آبادی کی پوری غزل کی فوٹو کاپی مہیا کی جا سکتی ہے۔ سیماب نے زیر بحث شعر کا پہلا مصرع اس طرح کہا تھا۔

عمرِ دراز، مانگ کے لائی تھی چار دن

بڑے پڑھے لکھے اور اعلیٰ ادبی ذوق رکھنے والے حضرات بھی درج ذیل شعر کو کبھی علامہ اقبال اور کبھی حالی سے منسوب کر دیتے ہیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

یہ شعر قرآن حکیم کی آیت کا ترجمہ ہے اور یہ منظوم تخلیقی ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے کیا ہے۔ یہ شعر 1937ء میں شائع ہونے والی مولانا ظفر علی خان کی کتاب ''بہارستان'' میں شامل ہے۔ ایک اور شعر جو کبھی میر تقی میر اور کبھی امیر مینائی سے منسوب کر دیا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

یہ شعر نہ تو میر تقی میر کا ہے اور نہ ہی امیر مینائی کا ہے بلکہ یہ شعر محمد یار خاں امیر کا ہے اور شعر کا درست متن بھی یوں ہے۔

شکست و فتح میاں اتفاق ہے لیکن
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا
مصحفی کا یہ شعر ضرب المثل کی طرح مشہور ہے
مَیں عجب یہ رسم دیکھی، مجھے روزِ عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے، وہی لے ثواب اُلٹا

یہی شعر پہلے مصرعے کی تبدیلی کے ساتھ اِنشا سے بھی منسوب ہے۔

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروزِ عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

قاضی عبدالودود نے تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ یہ شعر مصحفی ہی کا ہے۔ کالم کا دامن چونکہ مختصر ہوتا ہے اس لئے مَیں تفصیلات میں جائے بغیر چند اشعار کا درست متن اور اُنکے خالق اصل شاعروں کے نام درج کر رہا ہوں:

اس دین کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

## آج کل کی اردو

# بچوں کو اردو سکھانے کے لیے ممی کا لیٹر

پیارے Kids! تمہارا لیٹر ملا۔ تمہاری Well-Being معلوم ہوئی کہ تم سب Ok ہو۔ ہم سب بھی Fine ہیں۔ تمہاری Progress Report بھی receive ہوئی۔ اور تم چاروں کے Results دیکھے۔ بہت ہی Bad Condition ہے۔ اردو تم چاروں کی بہت Weak ہے۔ تمہیں اس Subject میں کافی Hard Work کی ضرورت ہے۔ Because یہ Intermediate Level تک Compulsory کر دی گئی ہے۔ بہرحال تم کو اس کی طرف بھرپور Attention دینی پڑے گی۔ اسی لئے میں تم لوگوں کو یہ Letter اردو میں لکھ رہی ہوں تا کہ تم اپنی Mother Tongue سے In Touch رہو۔ اور Grown Up ہو کر ایک True Indian نظر آسکو۔ یہاں کافی Cold ہے اسی لئے تمہارے ابو کو Fever ہو گیا ہے۔ You Know وہ کتنے Careless ہیں۔ چار دن تک ان کا Temperature کافی High رہا۔ کافی Weak ہو گئے ہیں۔ عیادت کے لئے کافی Guests آتے ہیں۔ That's Why میں کافی Tired ہو جاتی ہوں۔ یہ Winter ہے۔ اس لئے چھوٹے Brother کا خیال رکھنا۔ اُس کو Warm شال میں Wrap رکھنا کیونکہ وہ By Nature کافی Weak ہے اور بعض اوقات Summer میں بھی Cold Catch کر لیتا ہے۔ تمہاری Sister بہت Sensitive ہے۔ میری Separation برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر وہ Restless محسوس کرے تو ڈاکٹر کو فوراً Call کر لینا۔ I Hope کہ تم یقیناً میرا Letter غور سے Read کر رہے ہو گے۔ تمہاری بڑی Sister ہنزہ Valley آنے والی ہیں۔ ان کو Remind کرا دینا کہ میرا Beauty Box ضرور لائیں۔ Lip Stick ان کو Choose کر دینا کیونکہ انہیں نہیں معلوم کہ مجھے کون سی Suit کرتی ہے۔ میرے پاس Lipstick اب Finish ہو چکی ہے اور اس کے بغیر میں بڑا Uneasy محسوس کرتی ہوں۔ آج کل ہر Morning اور Evening بس Bore ہی گزرتی ہے۔ کوئی Entertainment ہی نہیں ہے۔ Servants تین دن کی Leave پر گئے ہوئے ہیں اس لئے Whole Work مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔ Early In The Morning اٹھنے کی عادت ہو گئی ہے۔ آج بھی پورے ساڑھے نو بجے Bed چھوڑ دیا تھا۔ Okay اب میں نے اتنا Long Letter لکھ دیا ہے کہ تم تھکن Feel کر رہے ہو گے۔ سب کو میری طرف سے Wish کر دینا اور Once Again کہتی ہوں۔ Please اپنی اردو پر Special Attention دینا۔ یہ Very Important ہے۔

فقط! آپ کی Loving Mother..

(صفی لکھنوی)

اس کو ناقدری عالم کا صلہ کہتے ہیں
مر چکے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

(برج نرائن چکبست)

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی	خوف فساد خلق سے ناگفتہ رہ گئے

(آزاد انصاری)

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

(ثاقب لکھنوی)

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
کسی کام میں جو نہ آ سکے میں وہ ایک مشتِ غبار ہوں

یہ شعر جان نثار اختر کے والد مضطر خیر آبادی کا ہے جو ہمیشہ بہادر شاہ ظفر کو سونپ دیا جاتا ہے۔ 1887ء میں کلیات ظفر پہلی دفعہ شائع ہوا تھا پھر 1918ء میں پانچواں ایڈیشن چھپا تھا ان میں یہ شعر شامل نہیں ہے۔ جاں نثار اختر نے اپنے ایک مضمون میں باقاعدہ طور پر یہ وضاحت کی کہ ان کے باپ کی غزل غلط طور پر بہادر شاہ ظفر سے منسوب کر دی گئی ہے۔

Concept 2Print
DIGITAL LITHO
A Complete Design & Print Service
CONCEPT • DESIGN • PRINT • FINISH
• Business Cards • Letterheads • Compliment Slips
• Folders • NCR Pads • Brochures
• Booklets • Calendars • Posters
• Books • Flyers • Pull up Banners
• Wedding Cards • Greeting Cards • Invitation Cards
Tel: 0203 603 7582
e:info@concept2print.co.uk
106 High Street-Colliers Wood-London-SW19 2BT
WWW.concept2print.co.uk

# لوگوں سے بیزار لوگوں کا شاعر۔حمایت علی شاعر

طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا

آہ حمایت علی شاعرؔ (2019-1926) کو ہم سے بچھڑے ایک برس بھی بیت گیا۔ان کے انتقال پر راقم کی ایک تحریر ''نیاز مانہ'' میں شائع ہوئی تھی جو قارئین ''قندیل ادب'' کی خدمت میں پیش ہے۔بظاہر حمایت علی شاعر گزر گئے۔بظاہر ان کا دور بھی گزر گیا لیکن کئی طرح سے، بلکہ ہر طرح سے، ان کا دور ابھی جاری وساری ہے اور نجانے دنیا کے اس خطے پر کتنی مزید صدیاں جاری رہے گا۔

لڑکپن میں ریڈیو پر ان کا لکھا ہوا ایک نغمہ ''پیاری ماں دعا کرو میں جلد بڑا ہو جاؤں'' سنا کرتا تھا۔کچھ کچھ حیرت ہوتی تھی کہ بھلا ماں سے یہ درخواست کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ دعا کرو میں جلد بڑا ہو جاؤں۔کیونکہ مائیں تو اپنے بچوں کے لئے یہ خواہش بھی رکھتی ہیں اور دعا بھی کرتی ہیں کہ وہ جلد جلد بڑے ہوں ،ترقی کریں بڑے شخص بن جائیں۔لیکن آج کوئی چالیس پینتالیس برس بعد جا کر یہ بات سمجھ میں آئی کہ حمایت علی شاعر کے لکھے اس گیت کا پس منظر کیا ہے۔یہ سمجھ بھی جو آئی تو یوٹیوب پر اس گانے کی فلمائی ہیئت یعنی'' پکچرائز ڈ ورژن'' دیکھ کر آئی ہے۔واضح رہے کہ ہمارے گھر میں والدین کی طرف سے ریڈیو سننے اور بعد میں ٹیلی ویژن دیکھنے کی تو مشروط اجازت ملا کرتی تھی لیکن سینما جانے پر انتہائی سخت پابندی عائد تھی،تو یوٹیوب پر اس گانے کو بار بار دیکھا تو ہر بار ماں سے دعا کی درخواست کرنے والا بچہ اتنا ہی نظر آیا جتنا اس گانے کی فلم بندی کے وقت ہوا کرتا تھا!۔

گویا وہی حالت تھی جو اس شخص کی تھی جو ایک فلم کو محض اس لئے بار بار دیکھا کرتا تھا،کہ اس کے ایک سین میں پلیٹ فارم پہ کھڑی ایک دوشیزہ کے سامنے سے ایک ٹرین گزر جاتی ہے اور پھر ٹرین کے گزر جانے کے بعد پلیٹ فارم پر وہ دوشیزہ نظر نہیں آتی،تو وہ اس خیال سے بار بار فلم دیکھتا تھا کہ کبھی تو ٹرین لیٹ بھی ہوگی اور وہ کچھ دیر زیادہ اس دوشیزہ پہ ایک تفصیلی نظر ڈال سکے گا! لیکن میں چونکہ اس شخص سے کچھ زیادہ سمجھدار واقع ہوا ہوں ،زیادہ نہیں دو تین بار ہی یوٹیوب پر اس گانے کو دیکھا تو احساس ہو گیا کہ حمایت علی شاعرؔ کو معلوم تھا کہ برصغیر سے تعلق رکھنے والے اس بچے نے اس کی ماں کی دعاؤں کے باوجود بڑا نہیں ہونا۔(واضح رہے کہ یہ کمنٹس محض اس گیت کے حوالے سے ہیں،پوری فلم کے حوالے سے نہیں)،اور اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ میں خود بھی بڑا نہیں ہوا۔حقیقت تو یہ ہے کہ میری نسل کا کوئی بھی بچہ بڑا نہیں ہو سکا۔

میری نسل کے پاکستانی بچے بڑے ہوئے ہوتے تو آج پاکستان بھی بڑا ہوا ہوتا۔ہم بڑے ہوئے ہوتے تو ہمارا ملک پاکستان بھی بڑا ہوا ہوتا۔بڑا ہو کر امریکہ ہوتا یا جاپان ہوتا،چین ہوتا،کوریا ہوتا یا کم از کم سنگا پور جتنا بڑا تو ضرور ہو جاتا اور پھر ہمارا روپیہ بھی بڑا ہو کر ڈالر ہوتا،پاؤنڈ ہوتا،یورو ہوتا جاپانی ین ہوتا۔سوشل میڈیا پر ایک پاکستانی رکشے والے کا ذکر سنا جس نے رکشہ کے پیچھے لکھوایا ہوا ہے کہ ''میں بڑا ہو کر ٹرک بنوں گا''۔لیکن شک نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ رکشہ میری نسل کی طرح چھوٹا ہی رہے گا،اس کی قسمت میں بڑے ہو کر ٹرک بننا کہاں لکھا ہے۔ڈرائیور کی طرح اس کا رکشہ بھی ''سٹینڈرڈ گروتھ'' کا مارا ہوا جو ہے۔

جی ہاں،وہی سٹنٹڈ گروتھ (معدوم یا موقوف افزائش) جس کا چرچا آج کل محض فیشن کے طور پر کیا جاتا ہے۔ہمارا وزیر اعظم بھی غریب بچوں کی ''سٹنٹڈ گروتھ'' کی بات کرتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں کہ بات غریبوں یا امیروں کے بچوں کی نہیں،پاکستانی بچوں کی ہے۔سارے ہی سٹنٹڈ گروتھ کے مارے ہوئے ہیں۔ہمارا وزیر اعظم خود بھی سٹنٹڈ گروتھ کا مارا ہوا لگتا ہے ورنہ وہ ایسی بات ہرگز نہ کرتا۔ان کا مذہبی تعصب بھی اسی سٹنٹڈ گروتھ کا غماز ہے۔یہ کوئی گستاخی نہیں،مبینہ طور پر اکثریت نے ووٹ دیئے ہیں ناں اور خود ہی کہہ رہے ہیں کہ اکثریت تو ہے ہی سٹنٹڈ گروتھ کی تو انہوں نے اپنے ہم جنس کو ہی منتخب کرنا ہے۔بلاتفریق سب پاکستانیوں کے دماغوں کے سی ٹی سکین یا ایم آر آئی سکین کروالیں،بڑی بڑی سی کھوپڑیوں کے اندر دماغ نہیں بلکہ پچکی ہوئی گیندوں کی طرح کچھ چیزیں نظر آئیں گی۔

حمایت علی شاعرؔ سی ٹی سکین کی سی بصارت اور ایم آر آئی سکین جیسی بصیرت رکھتے تھے، بلکہ اس سے بھی کہیں تیز۔ان کا لکھا ہوا یہ گیت محض کسی فلم

کے لئے فرمائشی پروڈکشن نہیں تھی، اپنے اندر بہت بڑا پیغام لئے ہوئے تھا۔ وہ اس پیغام کو یہیں پہ چھوڑ کر دیارِ غیر جا بسے، ایسا دیارِ غیر جس نے انہیں اپنا کر انہیں ہر طرح کی آزادی عطا کی، ان کی روح نے بھی اسی آزاد دیار کی فضا میں قفسِ عنصری سے آزادی حاصل کرنے کو ترجیح دی۔ حمایت علی شاعر نے محض سٹنٹڈ گروتھ کی نشاندہی ہی نہیں کی، انہوں نے نوخیز جوانی کے ہونٹوں میں مدفون، جبری گمشدگی کی شکار مسکراہٹوں کے لاشے بھی ڈھونڈ نکالے تھے۔

اس معاملہ میں اجنتا ہو، دہلی ہو، لاہور ہو، لاڑکانہ ہو یا کوئٹہ، ہزاروں سال سے ایک ہی نقشہ نظر آتا ہے:۔

ہزاروں سال سے اس سرزمیں پر — مرے جمہور کی دنیا ہے ویراں
ہزاروں انقلابات آئے لیکن — شہنشاہی کی جنت ہے گل افشاں
یہ جنت، یہی تاریک محبس — مرے پھولوں کا، خاروں کا وطن ہے
سحردم جن کو کفنایا گیا ہے — یہ ان خورشید پاروں کا وطن ہے
یہ گرد آلود کچے راستوں پر — شکستہ جھونپڑے، گرتے ہوئے کھم
کسی بوڑھے کی آنکھوں کی طرح چپ — کسی بیوہ کے دامن کی طرح نم
سرِ بازار چلتی پھرتی لاشیں — جہالت، بھوک، بیماری کے بیٹے
گزرتے ہیں رہ شام و سحر سے — دریدہ دامنِ ہستی سمیٹے
جوانی کی سحروں مسکراہٹ — لبوں کی قبر میں کھوئی ہوئی ہے
نظر، شمس و قمر کی تابناکی — خلاؤں میں کہیں کھوئی ہے
یہ انساں، ہند کے آزاد انساں — جھکے شانے، فسردہ رخ، نظر چُپ
سنائیں کس کو آہوں کا فسانہ — خدا چُپ، ناخدا چُپ، بحر و بر چُپ

(آئینہ در آئینہ)

لیکن اپنے دیس میں شاعری کون سنتا ہے۔ خصوصاً ایسے شاعر کی جس نے کسی کے طنز کرنے پر، ضد میں آ کر اپنا تخلص ہی شاعر رکھ لیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کی ہتھیلیوں پہ ڈستے ہوئے سانپ ڈستے ڈستے اس کی رگوں میں گھس گئے تھے اور پھر اس کی انگلیوں میں تھمے قلم نے سطحِ قرطاس پہ جو بھی اُگلا زہر ہی اُگلا۔ سچ کا زہر۔ سچ کا تھوہر، جسے نگلنا کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ یہ تو دیارِ غیر ہی ہے جہاں زہر کی بھی قدر کی جاتی ہے۔ زہر سے کئی کئی قسم کے تریاق بنا لئے جاتے ہیں۔ وہ سب بڑے ملکوں کے بڑے لوگ جو ہوئے!۔

بڑے لوگوں کی ایک بڑائی یہ ہوتی ہے کہ وہ چہرے نہیں بدلتے، ہر قدم پر نت نئے سانچوں میں نہیں ڈھلتے، منافقت نہیں کرتے۔ ایسے ہی لوگوں سے حمایت علی شاعر بیزار تھے۔ وہ اس قسم کے لوگوں سے بیزار دوسرے لوگوں کے لئے شاعری کرتے تھے۔ یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ اپنے وطن کے لوگوں سے بیزاری کا مطلب وطن سے، وطن کی مٹی سے بیزاری یا غداری ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہوتا تو حمایت علی شاعر اپنی ''مٹی کا قرض'' چکانے کی مشقت کو اپنا نصب العین ہرگز نہ بناتے۔ نہیں، بلکہ وہ تو بقول نجم الحسن ''اس عہد کے ''پرامیتھس'' تھے، ان کا قصور محض یہ تھا کہ وہ اپنے عہد کی آنکھ اوجھل حقیقتوں پر سے پردہ اٹھاتے رہے اور سزا کاٹے رہے''۔

خود حمایت علی کے الفاظ میں: ''میں نہیں جانتا کہ تاریخ کا فیصلہ میرے حق میں کیا ہوگا۔ میں، جو صداقت کی تلاش میں اپنے کفن کا احرام باندھے کبھی اپنی ذات کا طواف کرتا ہوں اور کبھی اپنی دھرتی کا...اور ادب کی بارگاہ میں آواز دیئے جاتا ہوں کہ میں حاضر ہوں... میں حاضر ہوں'' (مٹی کا قرض)۔

یقیناً حمایت علی شاعر بہت ہی بڑے تھے۔ ان کی طرح میں بھی منافق لوگوں سے بیزار ہوں، وہ میرے اور میری طرح کے دوسرے لوگوں کے شاعر تھے۔

***

H@T
IT SERVICES
Hardware • Application • Technology

HAT IT Services is becoming an IT Solution provider in innovative Hardware and Software Solutions that enable businesses to transform into digital enterprises for the ultimate competitive advantage.

- Laptop Repairs
- Computer Repairs
- Virus / Malware Removal
- Data Recovery
- System Optimization
- Home / Office Networking
- Server Installation
- Infrastructure & Networking
- Web & Application Development
- Sales & Purchase
- CCTV Installation & Maintenance

T: 0203 524 7530
www.hatservices.com
106 High Street, Colliers Wood SW19 2BT

# SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

**SARMAD KHAN** ACA, FCCA

**OFFICE** 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
**CELL +44 (0) 7903 416966**



# SAAMS FUNCTION HALL
Catering & Event Management

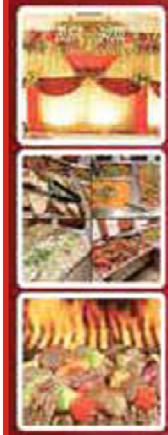

Services Available
- Catering Service
- Special Events
- Corporate Event
- Linen
- Crockery
- Cutlery
- Fresh Flowers
- Drinks
- Stages Decore
- Barbecue Hire

Enquire for a Booking
We Take reservations Everyday

Catering to your requirments
Cell:07883 815195

Under New Management
Newly Refurbished function Hall



# TRANSLATIONS
ENGLISH - URDU

ATA TAHIR
DPSI ENGLISH LAW

IOLET DIPLOMA IN PUBLIC SERVICE
Interpreting Urdu-English Law

07818210181
atatahir@hotmail.com



# SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952

Timeless Jewels, Priceless Memories

Diamond • Gold • Kundan • Bespoke • Bridal Jewellery
Jewellery Repairs • Bullion Dealer • Best Jewellery Appraisal

WEDDING | PARTY | EVERYDAY

/SharifJewellers

**LONDON**
28 London Road, Morden
United Kingdom, SM4 5BQ
☎ +44 (20) 3609 4712
+44 (0) 7405 929 636

**RABWAH**
Aqsa Road, Rabwah
Pakistan, 35460
☎ +92 (47) 6212515
+92 (0) 307 465 7777



# HEATING LTD.

24/7
EMERGENCY SERVICE

**Domestic & Commercial**
**Contact: 07722 222 965**
www.247breakdownsolution.co.uk

**RASHID & RASHID**
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

# راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- یورپین قانون
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ویزا میں تبدیلی
- اوورسٹیئرز
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ورک پرمٹ
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- جوڈیشل ریویو
- ٹرائبیونل اپیل
- سٹوڈنٹس اپیل

**FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE**
24 Hours Emergency Numbers

مفت قانونی مشاورت
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

## 07878 33 5000 / 07774222062

**RASHID & RASHID LAW FIRM**
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

راشد اینڈ راشد لاء فرم
211، دا براڈوے، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com


# SOW THE SEEDS OF LOVE